

اللہ کے ہاں نہایت محبوب اعمال

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ عَلَى وَفَّيْهَا»، قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ»، قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: «الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»، قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوْ اسْتَرَدُّتُهُ لَرَادَنِي - [بخاری: ۵۹۷۰]

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔“ پوچھا کہ پھر کون سا؟ فرمایا: ”والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔“ پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ان کاموں کے متعلق بیان کیا اور اگر میں اسی طرح سوال کرتا رہتا تو آپ جواب دیتے رہتے۔

نرم دلی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِنْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهْتُ يَأْكُلُ الشَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبُ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي، فَنَزَلَ الْبِنْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِيَمِينِهِ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ» ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِمَ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: «فِي كُلِّ ذَاتٍ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ» [بخاری: ۶۰۰۹]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا کہ اسے شدت کی پیاس لگی۔ اسے ایک کنواں ملا اور اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ باہر نکلا تو وہاں ایک کتا دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے تری کو چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ کتا بھی اتنا ہی زیادہ پیاسا معلوم ہو رہا ہے جتنا میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اتر اور اپنے جوتے میں پانی بھرا اور منہ سے پکڑ کر اوپر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کی مغفرت کر دی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ہر تازہ کلیجے والے پر نیکی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔“

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: «غَفِرَ لِمَرْأَةٍ مَوَسَّةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رُكْبَتَيْ يَلْهْتُ، قَالَ: كَاذِبٌ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّيْهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغَفَرَ لَهَا بِذَلِكَ» [بخاری: ۳۳۲۱]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخش گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلادیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہو گئی۔“

فہرست

1	اللہ کے ہاں نہایت محبوب اعمال	جواہر پارے
2	نرم دلی	کلمۂ طیبہ
5	بیدار رہنے کی ضرورت	اداریہ
7	مدد صرف اللہ مشکل کشا سے..... ③	عقائد و ایمانیات
12	احکام و مسائل	ترجمہ: عبدالصمد ریا لوی
15	اسلام میں مساجد کی اہمیت اور کردار	پروفیسر عبدالجبار شاہ
20	کیا حضرت عمارؓ کا قاتل دوزخی ہے؟	تحقیق و تنقید
24	مولانا علاؤ الدین	بیاد رفتگان
27	اوائی سی کے متبادل اسلام.....	نقطۂ نظر
32	ایک شان دار تالیف	تبصرۂ کتب
35	اطلاعات و اعلانات	اطلاعات

والدین سے نیک سلوک

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَنْصُلَنَّ عَنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳]

”اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کرو، اور ماں باپ سے نیکی کرو، اگر وہ تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچیں، ان میں سے ایک یا دونوں تو ان کو آف تک نہ کہو، اور نہ ان کو جھڑکو، اور ان سے اچھی بات کہو۔“

جہاد کے لیے والدین کی اجازت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَأُجَاهِدُ؟ قَالَ: «أَلَاكَ أَبَوَانِ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ» [بخاری: ۵۹۷۲]

”حضرت عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جی ہاں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر انھیں میں جہاد کرو۔“

16:22 مارچ 2007ء..... (328)..... 26 صفر المظفر 1427ھ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو وصیت کی اور فرمایا کہ جب بستر پر جانے لگو تو یہ دعا پڑھا کرو:

«اللَّهُمَّ اسْلُمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَقَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَالْجَنَّةَ طَهَّرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ» [بخاری: ۶۳۱۳]

”اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور اپنا معاملہ تجھے سونپا اور اپنے آپ کو تیری طرف متوجہ کیا اور تجھ پر بھروسہ کیا، تیری طرف رغبت اور تجھ سے خوف کی وجہ سے، تجھ سے تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جنھیں تو نے بھیجا۔“

پھر اگر تو مرا تو فطرت (اسلام) پر مرے گا۔

بیدار رہنے کی ضرورت

حافظ احمد شاکر

اداریہ

عالمی صورت حال آج کل بہت گھمبیر ہو رہی ہے۔ خصوصاً ایران کو نشانہ بنانے کے لیے امریکا بہت باؤلا ہو رہا ہے۔ جس کے لیے ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے اصول پر اوّلاً شیعہ سنی کو لڑانا چاہتا تھا جس میں وہ حسب مرضی کامیاب نہیں ہو سکا، پھر اس نے مسلمان ممالک کی رائے کو بہ عنوان دیگر تقسیم کرنا چاہا جس کی بلی ابھی تھیلے سے باہر نہیں آ رہی۔ ماضی قریب میں لبنان اسرائیل جنگ میں اسرائیلی ہزیمت نے اس کو اور اس کے آقاؤں کو پریشان کر رکھا ہے وہاں بھی ان کے پینتربند لے کر سنگین خطرہ ہے تاہم عالمی فضا کی دھندلاہٹ بڑھ رہی ہے۔ اگر ہم عقیبتے سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ ۹/۱۱ کی دھند جب چھٹنے لگی اور امریکی حکومت کے ذرائع ابلاغ نے ناکردہ گناہوں کے الزامات کی توپوں سے جب مسلمانوں کی طرف شیلنگ شروع کی خصوصاً اس نے جس طرح افغانستان کو کوسنا، ڈرانا اور دھمکانا شروع کر دیا، تو ہم نے اپنا آپ بچانے کو ترجیح دیتے ہوئے اور پتھر کے دور میں لوٹ جانے سے خوف کھاتے ہوئے اُس کی توقع سے بڑھ کر اس کے ہر مطالبے پر جی سر (Yes Sir) کہنا شروع کر دیا اور اس کو راستے، اڈے اور مدد دے کر بزم خود مطمئن ہو گئے تھے۔ اس وقت تجربہ کار لکھاریوں اور واقع کالم نگاروں نے خوں خود سپردگی سے ہونے والے امر واقعہ کو ایک دیہاتی کہانی کے استعاروں میں بیان کیا تھا کہ ”جب چار منچلوں نے ایک زمیندار کے گنے کا کھیت اجاڑ دیا تو اس نے سب پر بیک وقت فرد جرم عائد کرنے کی بجائے ہر ایک کو الگ الگ پکڑا اور اس نے ہر ایک سے بہ ظاہر الگ ایک گونہ تعلق بیان یا اس کا اظہار کر کے سب کو الگ الگ سزا دے کر اپنا من ٹھنڈا کر لیا تھا۔ یہ استعارہ بیان کرتے ہوئے تمام باخبر، با بصیرت اور با ضمیر لکھنے والوں نے امریکی عزائم کے بارے میں کھل کر اظہار کیا تھا کہ اس کا اصل ہدف واحد مسلم ایٹمی مملکت پاکستان ہے جس کی حمایت میں ممکن طور پر اٹھنے اور مدد کرنے والے ہر ملک کو وہ پہلے شل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ چنانچہ اس نے افغانستان پر شب خون مارنے سے ابتدا کی، پھر ایک مسلمان مزمومہ فوجی قوت سوڈان پر حملہ کیا، مضبوط فوجی اسلامی ملک عراق کو تاراج کیا۔ افغانستان و عراق میں اس کو جس غیر متوقع مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس نے کچھ دیر کے لیے اس کی ہوس ملک گیری کی رفتار سست اور اس کی کچلیاں کند کر دیں لیکن یورپ کے پسندیدہ ماکول اللہم درندے کی طرح بار بار وہ چکر کاٹتا اور مسلم دنیا کی طرف گھور گھور کر غراتا رہا۔ اس کا اگلا نشانہ تو بہ ظاہر شام لگتا تھا لیکن ایران نے جب آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ کیا تو اس نے ایران کی طرف متوجہ ہونے کے لیے ایران کے پڑوسی مسلم خطہ بلوچستان جہاں ایرانی قبائل کی رشتہ داریاں اور خاندانی تعلقات ہیں، کے امن وامان اور استحکام کو سبوتاژ کرنے کے لیے وطن عزیز کے وفادار بلوچوں میں بغاوت و سرکشی اور نفرت کے بیج بو کر اس خطے کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں جس کے لیے اس کو ہمارے..... حکمرانوں کے پسندیدہ..... پڑوسی بھارت کا تعاون بھی آسانی سے میسر آ گیا۔

عراق میں نظر آتی شکست دیکھ کر حسب معمول وہاں اس نے مذہبی منافرت یعنی شیعہ سنی کے باہمی اختلافات کو ہوا دینے کی بھرپور

کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے خادم الحرمين الشريفين ملک عبداللہ بن عبدالعزيز آل سعود ﷺ کو کہ انھوں نے ہر دو فریق کو حرم کی میں بلا کر اور آپس میں ملا کر فی الوقت امریکا کے بھڑکائے ہوئے شعلہ ہائے منافرت کو محبت و اخوت کی آبخار سے ٹھنڈا کر دیا۔ چنانچہ چند ہی روز پہلے ایرانی صدر احمدی نژاد نے المملکت العربیۃ السعودیۃ کا مختصر دورہ بھی کیا اور خادم الحرمين الشريفين نے ان کو حسب مرتبہ پذیرائی سے نوازا جو یقیناً تجدیدِ مآخاۃ کا سبب بنا بلکہ بن گیا ہوگا اور مسلم امہ کے مثبت مستقبل کے لیے روشنی کا مینار بھی ثابت ہوگا ان شاء اللہ۔ یہ بات بھی بہت خوش آئند ہے کہ وطن عزیز میں طاغوت کی انتہائی سفاکانہ اور بھرپور کوششوں کے باوجود..... سوائے چند عاقبت نااندیشوں کے..... مذہبی منافرت کی وہ زہرناکی نہیں پنپ سکی جو وہ چاہتا ہے بلکہ کبھی کبھار بعض حکومتی نوآموز اہل کاروں کی غیر معمولی پھرتیوں کے باعث فضا مکدر ہونے لگتی ہے لیکن پھر بعض دانا اور مخلص اہل کاروں کی سمجھ بوجھ سے حالات سنبھل جاتے ہیں۔ لیکن حیرانی ہے اقتدار پر براجمان حکمرانوں پر کہ وہ کبھی کہتے ہیں کہ ہم پہلے اپنا بچاؤ کریں گے کبھی کہتے ہیں ہم ایران کا ساتھ دیں گے حالاں کہ تمام ”مومن تو ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں“ کہ جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہو تو پورا جسم دکھ محسوس کرتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس سے پہلے افغانستان کے مسئلے پر ان حکمرانوں نے امریکا کا کھلم کھلا ساتھ دینے کے بعد مسئلہ عراق پر بھی خاموشی اختیار کر کے دیکھ لیا کہ امریکا تو کسی بھی طرح خوش نہیں رہ سکتا چاہے ہم جہاں تک بھی کوشش کریں کہ ہر قدم کے بعد اس کے تقاضے بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

عجز سے اور بڑھ گئی برہمی مزاج دوست اب وہی کرے علاج دوست جس کی سمجھ میں آ سکے

بالآخر وزیرستان کے امن معاہدے سے ہی ان مسلمان بھائیوں کا اعتماد بحال ہوا اور فضا پر امن ہوئی۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اولاً نظریہ پاکستان..... یعنی اسلام..... اور مسلم امہ کے مفادات عزیز رکھیں پھر وطن عزیز کے دفاع و استحکام کو مقدم جانیں اور پھر پاکستانی عوام کے لیے ضروریات زندگی مہیا کرنے کو ترجیح دیں۔ نیز ہمارے لیے افغانستان و عراق کے مسئلہ پر خود سپردگی کا تجربہ کافی ہے اب ایران کو اس ابتلا میں تنہا نہ چھوڑیں کہ اس کے بعد خاکم بدہن ہماری باری بھی ہو سکتی ہے۔ امریکا کی ہوس و وسعت پذیری اور خوں آشامی پر ایک اور پہلو سے بھی غور کرنا چاہیے کہ امریکا بحیثیت ملک معاشی طور پر..... عالمی ماہرین معیشت کے مطابق..... دیوالیہ کی طرف بہت تیزی سے گامزن ہے۔ امریکا بلکہ عالمی یہودی معیشت کا انحصار بالعموم اسلحہ سازی کی صنعت پر ہے۔ اس کے معاشی استحکام کے لیے دنیا میں کسی نہ کسی جگہ میدان جنگ گرم رکھنا ضروری ہے۔ گزشتہ صدی کی آخری دو دہائیوں سے اس کا اسلحہ عراق ایران، افغانستان، عراق کویت، کسوا، بوسنیا، چیچنیا وغیرہ کی مسلمان آبادیوں پر ہی استعمال ہوتا رہا یا کیا جاتا رہا، اب بھی وہ یہی چاہتا ہے کہ اسلحہ اس کا بکے اور میدان جنگ بنیں مسلم آبادیاں اور مسلمان ممالک، تاکہ اس کی معیشت بھی سیدھی ہو جائے اور بزعیم او اس کا دنیا میں واحد حریف اسلام یا مسلمان بھی کام آجائیں۔ اس لیے ہمارے مسلمان حکمرانوں کو دل بیدار اور چشم بصیرت سے کفار کی ان سازشوں اور دیسہ کاریوں سے چوکنارہ کر مسلمانوں کے باہمی و جزوی اختلافات برداشت کر کے اور ان سے چشم پوشی کرتے ہوئے اسلام اور مسلم امہ کے مفادات کو غالب اور مقدم رکھنا چاہیے کہ رب رحیم و کریم کی نصرت اس وقت ہی آسمانوں سے نازل ہوگی جب ان تنصروا اللہ کا تقاضا ربانی ہمارے پیش نگاہ رہے گا اور وکان حقاً علینا نصر المؤمنین کا وعدہ بھی یہی ہے۔

مدد صرف اللہ مشکل کشا سے

مولانا عبدالرحمن ضیاء (مدرس شیخ الاسلام ابن تیمیہ، لاہور)

اب تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے

رسول اللہ ﷺ کو اس نماز کے فوت ہونے کا اس قدر ملال

تھا کہ آپ نے مشرکین پر بددعا کر دی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کے روز فرمایا:

«مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَ الشَّمْسُ» [بخاری]

”اللہ ان مشرکین کے لیے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انھوں نے ہم کو نماز وسطیٰ (عصر کی نماز کی ادائیگی) سے مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔“

اسی طرح ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ابو جہم کی تحفہ دی ہوئی ایک نشان دار چادر میں نماز پڑھی تو اس کے نشانات نے آپ کو مشغول کر دیا تھا نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا:

«شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ إِذْ هَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ» [بخاری کتاب الاذان، باب الالتفات فی الصلوة، رقم: ۷۵۲]

”یہ نشان دار چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور اس سے سادی صاف چادر لے آؤ کیوں کہ اس نے تو مجھے (نماز میں توجہ الی اللہ) سے مشغول کر دیا۔“

حدیث نمبر ۳۷۳۷ میں یہ الفاظ ہیں:

غزوہ خندق میں مسلمانوں نے خندق کھودی ہوئی تھی ایک طرف کافر تھے اور مدینہ کی طرف مسلمان تھے درمیان میں خندق تھی۔ کافروں کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور خندق پار کرنے کی زبردست کوشش ہو رہی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی پامردی سے ان کے تیروں کا مقابلہ کر رہے تھے، اور انھیں خندق سے دور رکھ رہے تھے اور ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہے تھے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی مصروف تھے حتیٰ کہ ان کی بعض نمازیں بھی فوت ہو گئیں تھیں۔ چنانچہ بخاری، مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو بتانے لگے کہ

”مَا كِدْتُ أَنْ أَصَلِّيَ حَتَّى تَكَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرِبَ۔“

”آج میں مشکل سے سورج ڈوبتے نماز پڑھ سکا۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا»

”اللہ کی قسم! میں ابھی تک نماز پڑھ ہی نہیں سکا۔“

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ بطنحان میں اترے۔ آپ نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا، پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی، یہ سورج ڈوب چکنے کے بعد کی بات ہے۔

[بخاری: ۵۹۰/۲]

”فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي أَنْفًا عَنْ صَلَوتِي“ [باب اذ اصلی فی ثوب له اعلام]

”اس لیے کہ اس نشان دار چادر نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل و بے خبر کر دیا ہے۔“

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منذر بن اسید جب پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی ران پر ڈال لیا ”فَلَهِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان اپنے سامنے پڑی کسی اور چیز کی طرف منتقل ہو گیا ”فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِإِنْبَاءِهِ فَأَحْتَمِلَ مِنْ فَخْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم“ تو ابو اسید نے کسی کے ذریعے اپنے بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے اٹھوا لیا (تا کہ پیشاب نہ کر دے) ”فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم“ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک بچہ یاد آ گیا ”فَقَالَ: أَإِنَّ الصَّبِيَّ؟“ پوچھا: بچہ کہا ہے؟ ابو اسید نے بتایا: ”أَقْلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم“ ہم نے اسے گھر بھیج دیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”مَا اسْمُهُ؟“ اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ اس نے کہا: ”اسْمُهُ فَلَانٌ“ اس کا فلاں نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا نام منذر ہے ابو اسید نے اس دن سے اس کا نام منذر ہی رکھ لیا۔ [صحیح بخاری: ۲/۹۱۴، کتاب الادب، باب تحویل الاسم الی اسم هو احسن]

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی یا ولی کا ذہن بھی ایک کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے دوسرے کام سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی احادیث ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں۔ جو ایک کام میں مشغول ہو کر دوسرے کام سے بے خبر ہو جائے یا وہ نہ کر سکے وہ عام لوگوں کا مشکل کشا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گئے اور انھیں سلام کہا اور اندر آنے کی اجازت مانگی انہیں اس لیے اجازت نہیں ملی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا کسی کام میں مشغول تھے ”كَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا“ ابو موسیٰ واپس چلے گئے۔ جب حضرت

عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو کہنے لگے: ابو موسیٰ! کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ انھیں بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بلوایا تو انھوں نے اس طرح واپس ہونے کی ایک حدیث سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اس کی گواہی پیش کرو۔ چنانچہ ابو موسیٰ، انصار صحابہ کرام کی ایک مجلس میں گئے تاکہ ان میں سے کسی کو بطور گواہ پیش کریں۔ انھوں نے ان سے کہا کہ کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہو، انھوں نے کہا ہم میں سے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہے وہی اس بات کی گواہی دے گا۔ یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ چنانچہ وہ ابوسعید کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ابوسعید نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ حدیث سنائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أَخْفَىٰ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟“

”عجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے یہ حدیث مجھ سے مخفی رہی۔“

”الْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى التِّجَارَةِ“ [بخاری، کتاب البیوع، باب الخروج فی التجارة، ص: ۲۷۷]

”در اصل تجارت کی خاطر بازاروں اور منڈیوں میں جانے نے مجھے حدیث یاد رکھنے سے غافل کر دیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آل جعفر رضی اللہ عنہم کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ کیوں کہ وہ مشغول تھے خود کھانا تیار نہیں کر سکتے تھے۔

[مسند احمد: ۶/۲۹، سطر: ۱۱]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کسی کام میں مشغول ہوئے کہ جمعہ کا غسل بھی نہ کر سکے اپنے گھر بھی نہ جاسکے اور جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں بھی نہ پہنچ سکے۔

[مسند احمد: ۱/۲۹، آخری سطر]

ایک دفعہ کوئی مال آیا تھا جس کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ مشغول ہو گئے تھے تو آپ کی ظہر کی بعد والی دو سنتیں رہ گئی تھیں تو آپ ﷺ نے عصر کے بعد پڑھی تھیں۔

[مسند احمد: ۶/۱۸۴ پہلی حدیث]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مسلمانوں سے بیت المال میں زائد مال کے متعلق مشورہ کیا تو لوگوں نے کہا تھا:

”يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ شَغَلْنَاكَ عَنْ أَهْلِكَ وَضَعَيْتَكَ وَتَجَارَتَكَ -“ [مسند احمد: ۹/۹۴ سطر: ۱۰]

”اے امیر المؤمنین! بے شک ہم نے آپ کو آپ کے اہل و عیال اور آپ کے مال و تجارت سے مشغول کیا ہوا ہے۔ لہذا یہ مال آپ اپنے لیے رکھ لیجیے۔“ (لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ -“

[بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم]

”بے شک ہمارے مہاجر بھائی بازاروں اور منڈیوں میں تجارت اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے تھے اور ہمارے انصار بھائی اپنے مالوں یعنی بھتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے تھے، اور وہ اپنی اس مشغولیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی زیادہ حاضری نہیں دے سکتے تھے، اور آپ کی احادیث یاد نہیں کر سکتے تھے جتنی حاضری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیتا تھا اور آپ کی جتنی احادیث ابو ہریرہ یاد کر لیتا تھا۔“

کتب حدیث میں ایسے بہت سارے واقعات موجود ہیں جن سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ انسانوں میں چاہے کتنا بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہو وہ جب ایک کام میں مشغول ہوتا ہے اس

وقت اس کا دھیان دوسرے کام کی طرف نہیں ہوتا وہ اس دوسرے کام سے بے خبر ہو سکتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بڑا کوئی ولی ہے؟ مہاجر صحابہ، انصار صحابہ سب جنتی ہیں لیکن ساری دنیا کے وہ مشکل کشا الہ نہیں ہیں۔ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے کہ اسے کوئی کام بھی کسی دوسرے کام سے مشغول نہیں کر سکتا۔ وہ بیک وقت اربوں، کھربوں بلکہ لامحدود کام کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نبی ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک انصاری ساتھی کے ساتھ باری مقرر کی ہوئی تھی۔ ایک دن آپ حاضر ہوتے تھے اور ایک دن وہ آتا تھا۔ شام کے وقت ایک دوسرے کو نازل ہونے والی وحی وغیرہ کے متعلق بتا دیا کرتے تھے۔

[بخاری، کتاب العلم: ۲۷، باب التناوب فی العلم]

غزوہ تبوک میں ایک دفعہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے ہی ہیں پاس کوئی نہیں۔ انھوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جو کہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے جواب دیا: فرضی نماز قائم کرنا، فرضی زکوٰۃ ادا کرنا، شرک نہ کرنا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خود ہی اسلام، نماز، جہاد، روزہ، صدقہ، خیرات اور رات کے قیام کی اہمیت بتائی۔ پھر فرمایا: کیا میں تجھے ایسا عمل نہ بتاؤں جس کی وجہ سے تو یہ سب اعمال پالے گا؟ تو آپ کے پاس چند لوگ اور آ گئے۔ معاذ فرماتے ہیں:

”فَحَشِيتُ أَنْ يَشْغَلُوا عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ“

”میں ڈرا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرف مشغول کر لیں گے اور آپ مجھے بتانے میں مشغول نہیں رہیں گے۔“ تو میں نے پوچھ ہی لیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سا عمل ہے جو آپ نے کہا تھا تو آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ

زبان کی حفاظت کر لینا۔ [مسند احمد: ۵/۲۳۷]

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بہت بڑے ولی اللہ اور صحابی رسول ہیں۔ نماز، روزہ میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ ان کی بیوی ترستی رہتی تھی۔ نماز، روزہ میں مشغولیت کی وجہ سے بیوی کے پاس بھی نہیں آسکتے تھے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے انھیں اصل مسئلہ سمجھایا۔

[مسند احمد: ۲: ۱۸۸]

ان احادیث اور واقعات سے ثابت ہوا کہ انسان چاہے کتنا بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو اس سے بیک وقت ایک ہی کام ہو سکتا ہے۔ وہ پوری کائنات کا مشکل کشا نہیں ہو سکتا۔ اس سے پتا چلا کہ آپ ﷺ تمام کائنات کی مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں ہیں بلکہ یہ شان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جسے کوئی کام بھی دوسرے کاموں سے بے خبر نہیں کر سکتا۔

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا﴾ [فاطر: ۴۴]

”اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کوئی بھی چیز اسے عاجز کر دے اور ہر ادے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ بے شک وہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے (اور) ہر شے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [یوسف: ۲۱]

”اللہ ہی اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ (اس سے) بے علم ہوتے ہیں۔“

نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں۔ نوح علیہ السلام نے اپنے مشکل کشا رب کو پکارا اور دعا کی:

﴿اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاَنْتَصِرْ﴾ [القمر: ۱۰]

”میں مغلوب اور بے بس ہوں۔ لہذا تو ان سے میرا بدلہ لے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ اب آپ حضرات خود فیصلہ

کریں جو دشمنوں کے آگے مغلوب اور بے بس ہو جائے تو کیا وہ تمام کائنات کا مشکل کشا بن سکتا ہے؟ انھوں نے مشکل کے وقت لاچار ہو کر اللہ ہی کو پکارا ہے۔ ہم بھی مشکل و لاچاری اور بے بسی میں صرف اسی مشکل کشا اللہ کو پکاریں، وہی الہ العالمین ہے، جو سب کی سنتا ہے اور مشکلات دور کرنے پر ہر وقت کمال قدرت رکھتا ہے۔

یہ بات بہ خوبی یاد رکھیں کہ کسی بھی نبی نے کبھی بھی کسی مصیبت کے وقت محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں پکارا۔ بلکہ سابقہ انبیاء کی دعائیں جو قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہیں وہ ربّ، رَبَّنَا یا اَللّٰھم جیسے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں۔ مشکل کشائی کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا آپ حضرات ابھی سن چکے ہیں:

﴿رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاَنْتَصِرْ﴾ [القمر: ۱۰]

بعض لوگوں نے اپنے غلط عقیدہ کے مطابق یہ شعر بنایا ہے:

سارے نبی تیرے در کے سوالی

شاہ مدینہ ، شاہ مدینہ

کاش یہ لوگ اس طرح کہتے:

سارے نبی تیرے در کے سوالی

اے رحمان و رحیم ، رحمن و رحیم!

ابو عثمانؓ کا بیان مروی ہے کہ جن ایام میں آپ ﷺ نے معرکہ آرائیاں کیں ان میں سے ایک لڑائی میں آپ ﷺ کے ساتھ ابو طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعدؓ (بن ابی وقاص) کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا۔ [بخاری] اور یہ لمحہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے لیے نہایت نازک ترین لمحہ تھا۔ جب کہ مشرکین کے لیے انتہائی سنہری موقع تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ انھوں نے اپنا تابڑ توڑ حملہ نبی ﷺ پر مرکوز رکھا اور چاہا کہ آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں۔ اسی حملہ میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔ آپ کا داہنا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا، اور آپ ﷺ کا نچلا ہونٹ

زخمی ہو گیا۔ عبد اللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی زخمی کر دی۔ ایک اور اڑیل سوار عبد اللہ بن قمرہ نے لپک کر آپ کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ ﷺ ایک مہینے سے زیادہ تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ البتہ آپ ﷺ کی دواہری زرہ نہ کٹ سکی۔ اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زور دار تلوار ماری جو آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں۔ ساتھ ہی اس نے کہا: اسے! میں قمرہ (توڑنے والے) کا بیٹا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: ”اللہ تجھے توڑ ڈالے۔“ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ ﷺ کا رباعی دانت توڑ دیا گیا اور سر زخمی کر دیا گیا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے: ”وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اس کا دانت توڑ دیا۔ حالاں کہ وہ انھیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔“ اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَهُمْ ظِلْمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۲۸]

”آپ کو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے انھیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ لوگ ظالم ہیں۔“

[الرحیق: ۳۶۴]

ادھر دیکھئے رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ گھوڑے سے گر گئے تھے تو آپ کا شانہ مبارک یا پندلی مبارک چھل گئی تھی جیسا کہ حضرت انس بیان فرماتے ہیں کہ

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجَحِشَتْ

سَاقُهُ أَوْ كَيْفِهِ -“ [بخاری، ترمذی کتاب التفسیر،

تفسیر سورۃ آل عمران، آیت: ۱۲۸، رقم: ۳۰۰۲،

[۳۰۰۳]

دیکھیں غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ زخمی بھی ہوئے، چہرہ مبارک خون و خون ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی زخمی ہوئے، ستر شہید بھی ہوئے، ان کا مثلہ بھی کیا گیا، بعض کے ہاتھ بھی چھلنی ہوئے۔ کافروں کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، ابودجانہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے کھڑے ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنی پیٹھ کو آپ کے لیے ڈھال بنا دیا تھا۔ ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ ہلتے نہ تھے۔ ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے آگے سپر بنا لیا تھا وہ اپنا سینہ سامنے کر دیا کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ کو دشمن کے تیروں سے محفوظ رکھ سکیں۔ [الرحیق: ۳۷۰]

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تو ہاتھ ہی شل ہو گیا تھا پھر ان کے ہاتھ پر تلوار کی ایک ایسی ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں ہی کٹ گئیں۔ [نسائی شریف، ج: ۲، ص: ۵۳، ۵۴، بخاری: ۵۲۷/۱، الرحیق:

[۳۶۶، ۳۶۷]

آپ حضرات ذرہ انصاف سے بتائیے کہ ان صحابہ کرام سے بھی کوئی بڑا ولی اس دنیا میں ہوگا؟ ساری دنیا کے ولی ایک طرف ہوں پھر بھی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ و خیرات کر دیں، کسی صحابی کے ایک مد (نو چھٹانک) کے صدقے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ سب سے بڑے اولیاء ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ سے اور اپنے نبی ﷺ سے کافروں کے تیر آتے آتے راستے سے ہی پیچھے نہیں ہٹا سکے، واپس نہیں کر سکے لیکن غیر اللہ کو مشکل کشا سمجھنے والا کہتا ہے کہ

اولیاء راہست قدرت از الہ

تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اور بزرگوں میں الہ کی طرف سے اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ کمان سے نکلتا ہوا تیر بھی راستے سے واپس لوٹا سکتے ہیں۔

[جاری ہے]

①..... کیا آج کل جہاد فرض ہے؟

②..... عقیدہ کی اہمیت؟

③..... بیعت کی اہمیت؟

فضيلة الشيخ الدكتور صالح بن فوزان الفوزان

ترجمہ: عبدالصمد ریا لوی

سوال: کیا آج کل جہاد فرض ہے یا نہیں۔ اگر یہ مردّہ جہاد، حقیقی

لیکن جب مسلمانوں میں طاقت ہو تو وہ اسلام کو پھیلانے کے لیے اسلامی جھنڈے کے تحت جنگ کریں جس کو خود امیر المسلمین باندھے اور خود ہی اس کی سرپرستی اور نگرانی کرے یا اس پر کسی کو اپنا نائب مقرر کر دے۔ یہ چیز کتب جہاد اور کتب عقائد میں مشہور ہے کہ جہاد امراء اور ائمہ کی معیت میں ہوتا ہے، اور وہی امور جہاد کی نگرانی اور سرپرستی کرتے ہیں اور ایک جھنڈے تلے جہاد ہوتا ہے۔ اگر مجاہدین کے بہت سے جھنڈے اور بہت سی جماعتیں ہوں تو اس طرح اختلاف اور آپس میں قتل و قتلے ہوں گے اور وہ کسی مقصد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ لہذا جہادی قیادت میں اتحاد ضروری اور مسلمانوں کے امیر کے ماتحت ایک جھنڈے تلے ہونا ضروری ہے۔

سوال: آج کل کچھ لوگ عقیدہ کی اہمیت کے مسئلہ میں تساہل سے کام لیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ صرف ایمان لے آنا کافی ہے۔ کیا آپ عقیدہ کی اہمیت بیان فرما سکتے ہیں کہ اس کے اثرات انسان کی زندگی پر کیا پڑتے ہیں؟ اور مسلمانوں یا غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات پر کیا اندکاسات واقع ہوتے ہیں؟

جواب: دین اسلام میں اصل چیز عقیدے کو صحیح کرنا ہے کیوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت دینا ارکان اسلام میں سے پہلا رکن ہے۔ تمام رسول سب سے پہلے عقیدے کی تصحیح کا حکم دیتے رہے کیوں کہ تمام اعمال، عبادات اور معاملات کی بنیاد عقیدے پر ہی

جہاد نہیں تو نبی ﷺ کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہوگا: اذا تبايعتم بالعينة واخذتم اذنان البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلالا ينزعه حتى ترجعوا الى دينكم۔ “جب تم بیع عینہ شروع کر دو گے اور بیلوں کی دیں پکڑ لو گے اور تم کھیتی باڑی کو پسند کرنے لگو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مقرر کر دے گا پھر اس کو اس وقت تک واپس نہیں کرے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف واپس نہ ہو جاؤ۔“

جواب: جب مسلمان طاقت ور ہوں، جہاد پر قادر ہوں اور اللہ کی راہ میں جنگ کر سکتے ہوں تو حکم ران پر ضروری ہے کہ اس میں صلاحیت جنگ ہو تو وہ جنگ کے لیے لشکر تیار کرے، اور خود ان کی قیادت کرے یا کسی اور کو امیر بنا دے جس طرح نبی ﷺ کرتے تھے۔

مگر جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو انہیں چاہیے کہ جہاد پر طاقت اور قدرت ہونے تک اس کو مؤخر کر دیں۔ آج کل مسلمانوں کی جنگ محض دماغی ہو سکتی ہے تو اگر کوئی ان کے وطن اور شہر میں ان پر چڑھائی کرے تو ان کا دفاع کرنا درست ہے کہ وہ اپنی عزتوں کا دفاع کریں گے۔

ہے اور صحیح عقیدہ کے بغیر ان اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انبیاء کا ذکر فرما کر آخر میں فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”اگر یہ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع اور باطل ہو جاتے۔“ [الانعام: ۸۸]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا فِيهَا النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [المائدة: ۷۲]

”جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے تو اس پر جنت حرام کردی جاتی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

”اے پیغمبر ﷺ آپ کی طرف بھی وحی کی گئی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“ [الزمر: ۶۵]

ان نصوص سے اور ان کے علاوہ دیگر آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح عقیدہ کی اہمیت کتنی ہے۔ اور یہ دعوت اسلام کے بنیادی اوامر سے ہے کیوں کہ دعوت اسلام کا دار و مدار عقیدے کو صحیح کرنے پر ہے۔ نبی ﷺ تیرہ سال مکہ میں صحیح عقیدہ اور توحید کی طرف دعوت دیتے رہے اور فرائض تو سب کے سب مدینہ میں نازل ہوئے۔ ہاں نماز مکہ میں ہجرت سے پہلے فرض ہوئی اور باقی شرعی احکام ہجرت کے بعد فرض ہوئے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا مطالبہ عقیدے کی تصحیح کے بعد ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ صرف ایمان لے آنا ہی کافی ہے عقیدے

کے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں اس کی بات میں اختلاف واضح ہے کیوں کہ ایمان اس وقت تک ایمان ہوتا ہی نہیں جب تک عقیدہ صحیح نہ ہو۔ جب عقیدہ ہی صحیح نہ ہو تو نہ ایمان صحیح اور نہ دین۔

سوال: بیعت کے معاملے میں عموماً لوگ تساہل سے کام لیتے ہیں۔ کچھ لوگ کسی جماعت کے کسی آدمی کی بیعت کرتے ہیں۔ کبھی کبھی بیعت لینے والا غیر معروف آدمی ہوتا ہے کیا کفار کے ملک میں بیعت کا حکم الگ ہے یا اسلامی ممالک کی طرح کا حکم ہی ہے؟

جواب: بیعت صرف مسلمانوں کے حاکم کی ہوتی ہے اور یہ بہت ساری بیعتیں بدعت ہیں۔ یہ اختلاف میں مزید اضافہ کرنے کا سبب ہیں، اور جو مسلمان ایک حکومت اور مملکت میں رہتے ہیں ان کی صرف ایک بیعت ہونی چاہیے یہ متعدد بیعتیں درست نہیں۔ بلکہ یہ موجودہ دور کے اختلافات اور دین سے جہالت کی بنا پر ہیں، اور نبی ﷺ بیعت میں افتراق اور تعدد سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”مَنْ جَاءَكُمْ وَأَمَرُكُمْ بِمَعْصِيَةٍ عَلَىٰ وَاحِدٍ مِنْكُمْ

يُرِيدُ تَفْرِيقَ جَمَاعَتِكُمْ فَأَصْرَبُوا غُنْفَةً۔“

”جو شخص تمہارے پاس آئے اور تمہارا معاملہ کسی ایک شخص پر

متحد ہو اور وہ تمہاری جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہے تو اس کی گردن اتار دو۔“

جو شخص حاکم وقت کی اطاعت کے سلسلہ میں مخالفت اور جھگڑا کرے اور مسلمانوں کی لاٹھی توڑنا چاہے اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہے تو نبی ﷺ نے حاکم وقت اور ان کے مطیع لوگوں کو اس باغی سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا

فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي

حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ [الحجرات: ۹]

دعوتِ توحید کے پروگرام

میاں محمد جمیل..... (کنویرز دعوتِ توحید)

توحید بندے کا اللہ تعالیٰ سے عہد، انبیائے کرام کا مشن دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس کی اشاعت ہمارا فرض ہے۔ آئیں توحید سے نا آشنا بھائیوں تک توحید پہنچانے کے لیے ہم قدم ہو جائیں۔

فروری میں منعقد ہونے والے پروگرام

- ①..... مسجد اہل حدیث کراول
- ②..... جامع مسجد اہل حدیث میلسی
- ③..... جامع مسجد اہل حدیث پنواں
- ④..... جناح میڈیکل کالج لاہور
- ⑤..... جامع مسجد اہل حدیث کھرڑیا نوالہ
- ⑥..... جامع کمالیہ اہل حدیث راجوال
- ⑦..... جامعہ شمس الہدیٰ پورے والا
- ⑧..... مرکزی مسجد اہل حدیث فتح پور شہر
- ⑨..... جامعہ رحمانیہ ہاؤسنگ کالونی ننکانہ
- ⑩..... مرکزی جامع مسجد اہل حدیث گگو منڈی
- ⑪..... فیصل آباد منگلری بازار سالانہ کانفرنس
- ⑫..... جامع مسجد اہل حدیث اسلام آباد، فیصل آباد
- ⑬..... مرکزی جامع مسجد قدس۔ ضلع اجلاس سے خطاب

تعاون کی راہیں

توحید کے سٹیکرز لگانا، لٹریچر چھپوانا، تقسیم کرنا اور وال چانگ دعوتِ توحید کے پروگراموں میں حصہ لینے والے علماء اور جماعتیں اپنے نام اور فون سے آگاہ فرمائیں۔ ان پروگراموں کا کسی پر مالی بوجھ نہیں ہوگا۔

”اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو پس اگر کوئی ایک ان میں دوسرے پر سرکشی اور بغاوت کرے تو جو بغاوت کرتا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“

امیر المومنین حضرت علیؑ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت خوارج اور باغیوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ انھیں ختم کر دیا، اور ان کا جوش بجھ گیا اور مسلمانوں کو ان کی شرارت سے محفوظ کر دیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ کیوں کہ آپ نے باغیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور ان خارجیوں کو بھی جنھوں نے حاکم وقت کی اطاعت کی لالچی توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور یہ سب اس لیے ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کا تحفظ کیا جائے اور مسلمانوں کو فرقہ بندی اور اختلاف سے بچایا جائے۔



ضرورتِ مدرس

مقامی بچوں کو حفظ و ناظرہ قرآن کریم کی تدریس کے لیے ایک محنتی اور مستند مدرس کی ضرورت ہے۔ تجوید و قراءت میں مہارت اور پختہ عمر والے کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطے کے لیے علاوہ جمعۃ المبارک فون کر کے تشریف لائیں۔

فون نمبر: 042-7354406

0300-8051043

تنخواہ حسب لیاقت مقرر کی جائے گی۔

[معرفت و نہایت روزہ، الاعتصام ۳۱- شیش محل روڈ، لاہور]

اسلام میں مساجد کی اہمیت اور کردار

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بستی قبا میں ٹھہرے تو اس مختصر قیام میں بھی جو یادگار کام سرانجام دیا گیا وہ ایک مسجد کی تعمیر ہے۔ پھر آپ ﷺ یثرب تشریف لائے جو آپ ﷺ کی تشریف آوری کے باعث مدینہ النبی کہلایا۔ مہاجرین و انصار کی شرعی ضروریات کے لیے سب سے پہلے جس مرکز کو تعمیر کیا گیا وہ مسجد نبوی ہے جس کی عظمت و فضیلت اور مقام و مرتبہ کے بارے میں بہت سی تفصیلی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ مسجد ان تینوں مساجد میں سے ایک ہے جن کی زیارت اور حاضری کے لیے سفر کرنے کی نیت کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔

مساجد اسلامی معاشرے کی تعمیر کی خشتِ اول ہیں۔ ان کے ذریعے سے معاشرتی تعمیر کی گراں قدر ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ معاشرہ جس کی ترتیب و تنظیم مساجد کے حوالے سے ہوتی ہے اس میں کسی نوع کی طبقاتی یا لسانی تقسیم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعے سے نظمِ جماعت میں محبت و اخوت کا جو ایک دیرپا نقش قائم ہوتا ہے وہ اسلامی معاشرے کی تعمیر کا حقیقی جوہر ہے۔ مساجد فرد کی تربیت کے لیے علمی، اخلاقی اور تربیتی لوازم فراہم کرتی ہیں۔ انہی میں قیادت و سیادت کے منصب کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے کہ ایک امام اور قائد کے مختلف احکامات کی تعمیل میں سمع و طاعت کے جذبات تشکیل پاتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ اسلامی ریاست میں مساجد کی تعمیر، ان میں پیش آمدہ مسائل اور سرگرمیوں کے حل کے لیے ریاست اور معاشرہ دونوں کو ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب اور ادیان میں عبادات کے لیے مخصوص عمارتیں تعمیر کرنے کی روایت موجود ہے۔ آسمانی مذاہب میں دین اسلام وہ آخری سلسلہ ہے جس میں عبادات کے لیے جو عمارت تعمیر کی جاتی ہے اسے مسجد کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں لاکھوں مساجد ڈیڑھ ارب ملت اسلامیہ کے مذہبی فرائض کی بجا آوری کے لیے تعمیر کی گئی ہیں جن میں سے بعض اپنی قدامت، تاریخ، حسن تعمیر، تزئین و آرائش اور جلال و جمال کے باعث اپنا ایک مخصوص مقام اور تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ تمام مساجد حرم کعبہ کی مرکزیت کی نمائندہ ہیں۔ اسی باعث انھیں کعبہ کی بیٹیاں بھی قرار دیا جاتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں مساجد کی تعمیر ایک بنیادی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ماضی میں بعض بڑی مساجد کے ساتھ مدارس اور مکاتب کا نظام بھی قائم کیا جاتا تھا اور یہ تاریخی سلسلہ اب بھی بہت سے مقامات پر جاری و ساری ہے۔ آج مساجد میں جو وظائف اور ذمہ داریاں ادا کی جاتی ہیں ان میں زیادہ تر اقامتِ صلوٰۃ، قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم، تحفیظ القرآن اور دینی علوم کی تعلیم و تدریس جیسے مقاصد شامل ہیں۔ مگر جب ہم اسلامی تہذیب کے جھروکے سے ان مساجد کے ابتدائی مراحل کو دیکھتے ہیں تو مدینہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے ابتدائی ہی میں تعمیر مسجد کی روایت دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے جب یثرب جانے کے لیے اس کے قریب ایک

اولیں اسلامی ریاست مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی تمام تر ریاستی اور معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ اسی میں وہ دارالندوہ تھا جس میں مسلمان باہم بیٹھ کر مشاورت کرتے تھے۔ جس کی بنا پر مسجد ایک پارلیمنٹ ہاؤس کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔

مسجد ہی میں مسلمانوں کی تمام تر تعلیمی اور تدریسی سرگرمیاں جاری رہتی تھیں۔ صفحہ کے چبوترے پر جو کلاس روم قائم ہوا اس سے فارغ ہونے والے حضرات نے لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی ریاست کی مختلف اور متنوع ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ یہ مسجد اسلامی ریاست کے مختلف وظائف کے لیے سول سیکرٹریٹ کا درجہ بھی رکھتی تھی۔ اسی میں وہ فارن آفس بھی تھا جہاں سے دوسرے ممالک اور سلطنتوں میں سفیر روانہ کیے جاتے تھے اور دوسرے ممالک کے سفراء کا استقبال کیا جاتا تھا۔ اسی مقام پر مسلمانوں کا وہ اسٹیٹ بنک بھی قائم تھا جہاں پر اسلامی ریاست کے ہر نوع کے غنائم، محاصل اور صدقات جمع ہوتے تھے اور انھیں حسب ضرورت تقسیم بھی کیا جاتا تھا۔ یہ مسجد ہی وہ جگہ تھی جو ایک عدالت کی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتی تھی۔

ابن الطلاع اندلسی نے ”اقتضیہ الرسول“ کے عنوان سے رسول اللہ ﷺ کے جن فیصلوں کو جمع کیا ہے ان میں سے اکثر مسجد نبوی ہی میں سنائے گئے۔ نیز مسجد نبوی کی اس عدالت کو اپیلیٹ بورڈ کا درجہ بھی حاصل تھا کہ مختلف علاقوں کے گورنروں کے فیصلوں کے خلاف اگر کوئی اپیل مقصود ہوتی تو اس کا آخری فیصلہ بھی یہیں سے سنایا جاتا تھا۔ اس مسجد کو ایک اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس کی حیثیت بھی حاصل تھی جہاں مختلف وفود کے ساتھ نہ صرف مذاکرات ہوتے تھے بلکہ ان کے شایان شان اقامتی سہولتیں بھی فراہم کی جاتی تھیں۔ یہ مسجد اس دارالخلافہ کے لیے ایک کمیونی سنٹر کا درجہ رکھتی تھی جہاں پر اس کمیونی کو مختلف سماجی اور معاشرتی مواقع پر بھی اکٹھا ہونے کا موقع ملتا تھا حتیٰ کہ شادی اور نکاح کی تقریبات بھی مسجد میں انجام پاتی تھیں۔

اسلامی افواج کے جنرل ہیڈ کوارٹر کے طور پر بیاسی غزوات اور سرایا کی تنظیم و تشکیل کے سارے مراحل بھی مسجد میں طے پاتے تھے۔ الغرض اسلامی ریاست ہو یا معاشرہ اس کی ہیئت ترکیبی کے تمام ادارے مسجد کے ساتھ وابستہ تھے۔ البتہ مسجد میں ان وظائف میں سے کوئی ذمہ داری انجام نہیں دی جاتی تھی جن کا تعلق بازاروں اور منڈیوں سے وابستہ ہے۔

احادیث صحیحہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے پانچ امتیازات گنوائے ہیں جن میں سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ کے رب نے تمام روئے زمین کو ان کے لیے مسجد قرار دے دیا۔ یہ امتیاز اپنے نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے بہت زیادہ توجہ کا طالب ہے۔ اس میں ایک طرف تو وہ حد فاصل موجود ہے کہ دوسرے مذاہب اپنی عبادات صرف اپنے معابد، کلیساؤں، مندروں وغیرہ کی محدود چار دیواری میں انجام دے سکتے ہیں جب کہ اسلامی عبادات کی ادائیگی کے لیے اس چار دیواری کے باہر بھی ان دینی مراسم کو انجام دینے کی پوری اجازت موجود ہے۔

اس امتیاز کا ایک اور لطیف پہلو لائق اعتنا ہے کہ مسجد کی چار دیواری میں جن وظائف کو انجام دیا جاتا ہے یا جن صالح اقدار کی تبلیغ و تلقین کی جاتی ہے ان اقدار و روایات کو پوری دنیا میں کامل حکمت اور بصیرت کے ساتھ عام کیا جائے۔ گویا پوری روئے زمین ایک مسجد کا درجہ رکھتی ہے اور اسلامی تہذیب کا مدعا اور تقاضا یہ ہے کہ اسے فکر و نظر اور دعوت و عمل کے اعتبار سے پاکیزگی عطا کی جائے۔ آج صفحاتِ عالم پر ظلم و شقاوت، استحصال اور ثقافتی پراگندگی کے جتنے مظاہر اور نقوش دکھائی دے رہے ہیں، ملت اسلامیہ کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ انھیں دور کرنے کے لیے ایک طرف اپنی مساجد اور ماحول میں ایک برتر تہذیب کا درخشاں ماحول پیدا کرے اور پھر اسی ماحول کا سفیر بن کر پوری انسانیت کو خوف، بد امنی، استحصال اور ظلم کے کلچر

سے نجات دلائے۔

کامل ذمہ داری تفویض کی جانی چاہیے تاکہ وہ اس حساس موضوع کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختصر وقت میں موزوں فیصلہ کر سکے۔ اس محکمے کو ایسی مالی رقوم کا بھی اہتمام کرنا چاہیے جس سے قدیم تاریخی مساجد کی حفاظت، مرمت اور تزئین و آرائش کا اہتمام ہو سکے۔ ہمارے ہاں چند مساجد کو چھوڑتے ہوئے سینکڑوں ایسی تاریخی مساجد ہیں جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایسی مساجد ہماری ثقافتی اور دینی زندگی کے مظاہر کا ناگزیر نمونہ ہیں جن کا مٹانا یا ہمسار ہونا اس تہذیب اور ثقافت کے مٹنے اور ہمسار ہونے کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ آثار قدیمہ کی مشاورت اور راہنمائی سے متعلقہ محکموں کو کام کرنا چاہیے۔

مساجد کی تعمیر معاشرے کی ایک مستقل ضرورت ہے اور پاکستانی معاشرے میں چوں کہ مختلف مسالک اور فرقوں کے افراد موجود ہیں۔ لہذا ایک گہری حکمت اور بصیرت کے ساتھ نئی مساجد کے لیے مختص پلاٹ کو تقسیم کیا جانا چاہیے۔ ہر شہر میں سرکاری اداروں کے ہمراہ ایک ایسی مسجد کمیٹی تشکیل دینا چاہیے جو علمائے کرام اور مدارس کے شیوخ الحدیث پر مشتمل ہوتا کہ موقع بہ موقع پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے میں باہمی مشاورت کو اختیار کیا جاسکے۔ مملکت خداداد میں چوں کہ بعض دوسرے مذاہب کی اقلیتیں بھی موجود ہیں لہذا اسلامی ریاستوں کی یہ مثبت روایت رہی ہے کہ وہ اپنی مملکتوں میں دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں کی تعمیر میں ان کی آبادی اور ضرورت کے مطابق سہولتیں فراہم کریں، البتہ انہیں از خود ایسی تعمیرات کو مملکتی ڈھانچے کی اجازت کے بغیر شروع نہیں کرنا چاہیے۔ بین المذہبی ہم آہنگی کے قیام اور استحکام کے لیے اس نوع کے مثبت رویے کی بہت ضرورت ہے۔

مملکت عزیز پاکستان میں کم و بیش تین لاکھ مساجد موجود ہیں۔ مگر ان کی ایک بہت بڑی تعداد کے ائمہ اور خطیب حضرات اس علم اور تربیت سے محروم ہیں جو اس منصب کے ناگزیر تقاضے ہیں۔ دعوت

اسلامی ریاست کی ابتدائی صدیوں میں سینکڑوں نہیں ہزاروں بستیاں اور شہر آباد ہوئے۔ مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت کا مطالعہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ کسی نئی بستی کی تعمیر یا کسی نئے شہر کی بنا کے نقشے میں سب سے مرکزی عمارت جو تجویز کی جاتی تھی وہ مسجد کے علاوہ کچھ اور نہ تھی۔ پھر جیسے جیسے اس مقام اور بستی کی آبادی میں وسعت ہوتی چلی جاتی تھی، نئی نئی مساجد کی تعمیر کی ذمہ داریاں بھی پوری کی جاتی تھیں۔ عصر حاضر میں مختلف شہروں میں نئی اضافی بستیوں کی تعمیر تو کی جاتی ہے مگر اسی نسبت سے روز افزوں آبادی کے لیے ناگزیر مساجد کی تعمیر کا انتظام واہتمام نہیں کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ اپنی پنج گانہ نمازوں کی ادائیگی اور اپنی نئی نسلوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے بعض اوقات ایسے مقامات پر بھی مساجد کی تعمیر کرتا ہے جو کئی اعتبار سے ایک موزوں فیصلہ نہیں ہوتا ہے۔ اگر ریاست کے متعلقہ ادارے اپنے ہاں مساجد اور تعلیمی اداروں کو ایک مستقل اصول کے پیش نظر تعمیر کرتے رہیں تو گاہے گاہے مسجدوں کی تعمیر کے سلسلے میں جو پریشان کن احوال پیدا ہو جاتے ہیں ان کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے نزدیک اب ایسی مساجد کو جو سالہا سال سے دینی اور دعوتی مقاصد کو انجام دے رہی ہیں، گرانے کے بجائے ان کے لیے کوئی مناسب اقدام تجویز کیے جائیں جن میں سے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی ماحول میں بستی کے نمائندہ علماء اور افراد کی مشاورت سے پہلے متبادل مساجد تعمیر کی جائیں اور پھر کسی مسجد کے محل وقوع کی نمایاں پریشانیوں کے باعث اسے گرانے کے بارے میں سوچا جائے۔ ملک عزیز میں نئی مساجد کی تعمیر کے سلسلے میں ہر چند کہ ضوابط موجود ہیں، ان کی رجسٹریشن کا متعین طریقہ کار بھی ہے مگر اسے واضح، شفاف، مختصر اور قابل عمل بنانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے نزدیک نئی مساجد کی تعمیر و توسیع کے سلسلے میں کسی ایک ہی محکمے کو یہ

ایڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ہر سال مختلف مقامات پر ایسے تربیتی کورسز کا، جن کا دورانیہ ایک ہفتے سے تین ماہ تک ہے، اہتمام کرتی ہے مگر ہماری یہ کاوشیں مثبت اور نتیجہ خیز ہونے کے باوجود ملکی ضرورت کے مطابق نہیں ہیں۔ تمام صوبوں کے وزارت اوقاف کو دعوتِ ایڈمی کے تربیت ائمہ کورسز اور نصابات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے متعدد مختصر اور طویل دورانیے کے پروگرام ترتیب دینا چاہئیں جن میں ان ائمہ کو مطلوبہ تربیت فراہم کی جاسکے۔ اس کے نتیجے میں بین المسلمی ہم آہنگی کی ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے میں مدد ملے گی۔ دعوتِ ایڈمی اس سلسلے میں خطباتِ جمعہ کے ایسے مجموعے بھی شائع کر چکی ہے اور مزید شائع کرے گی جو اس ضرورت کو پورا کر سکیں۔ اس سلسلے میں ماڈل خطبات کو آڈیو کیسٹ کے ذریعے سے بھی تیار کیا جانا چاہیے تاکہ خطیب حضرات کے سامنے ایک عملی اور مثالی نمونہ موجود رہے۔

گزشتہ چند سالوں سے بعض مساجد اور امام بارگاہوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کوئی مسلمان اور انصاف پسند انسان عبادت خانوں میں ایسی منفی سرگرمیوں کی حمایت تو کجا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس مسئلے کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیا جانا چاہیے کہ مدتِ العمر سے مختلف مسالک اور فرقوں کی مساجد بڑے اطمینان اور امن پسندانہ ماحول میں اپنی دینی و شرعی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھیں، یہ صرف چند سال پہلے ہی سے اس نوع کے ایسے کیوں ظہور میں آ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اگرچہ علمائے کرام کے بعض پلیٹ فارمز سے بڑی مثبت تجاویز سامنے آ چکی ہیں اور ان کے لیے ایک مشترکہ اخلاقی ضابطہ بھی تیار کیا جا چکا ہے اور اس پر عمل درآمد کے نتیجے میں اس قسم کے واقعات میں خاطر خواہ کمی بھی ہوئی ہے مگر اس کا کلی انسداد نہیں ہو سکا۔

اس نوع کے واقعات میں جو لوگ ملوث ہوتے ہیں ان کی ذہنی استعداد اور نفسیاتی کیفیات ہمیں یہ خوبی معلوم ہیں۔ اس نوع

کے تمام واقعات کے کلی انسداد کے لیے ملت اسلامیہ پاکستان کی سطح پر تمام متعلقہ اداروں کے ذمہ داران کو مل بیٹھ کر باہمی مشاورت سے ایسا طریق کار اور طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے کہ جس کے نتیجے میں اس نوع کے ایسی کھیل کو نہ کھیلنا جاسکے۔ اس سلسلے میں علمائے دین، مذہبی جماعتوں کے اکابر، ذرائع ابلاغ کے نمائندوں اور صوبائی اور مرکزی مذہبی امور اور اوقاف کی وزارتوں کو وقفے وقفے کے ساتھ اس صورتِ حال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور مساجد کے احترام اور ان میں کی جانے والی سرگرمیوں کو مکمل تحفظ دیا جانا چاہیے۔ یہ کام صرف سرکاری ذرائع اور محکموں کے ذریعے سے ممکن نہیں اس میں مسلم معاشرے کی ساری سنجیدہ تنظیموں، تحریکوں، اداروں اور مدارس کے ذمہ داران کو شامل ہونا چاہیے اور ان عوامل اور عناصر کا سدباب کرنا چاہیے جو کسی بھی نوع کی دہشت گردی کے ارتکاب کا باعث بنیں۔

اس موقع پر ہم مساجد سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور ان کی تنظیموں کے ارکان سے یہ گزارش کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ مساجد کو صرف نمازِ پنج گانہ کی ادائیگی کی ناگزیر شرعی ضرورت تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس میں مستقلاً ایسی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کو رواج دیں جن سے مساجد کی رونق میں بھی اضافہ ہو اور یہ ایک صالح معاشرے کی تعمیر میں اپنا مثبت اور تعمیری کردار بھی انجام دے سکیں کیوں کہ مسجد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا وہ مرکز ہے جس سے انھیں اخلاقی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی اور تمدنی موضوعات پر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ عہد رسالت اور دورِ خلافت میں مسجدوں کے ساتھ جو انفرادی اور اجتماعی ضروریات وابستہ رکھی گئی ہیں ان کے احیا کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

معاشرتی تعمیر کا کوئی عمل مساجد کے زندہ اور متحرک کردار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس بات کے شعور کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ مساجد مخصوص افراد کے مفادات کے اڈے نہ بنیں بلکہ امت مسلمہ کی

دینی، اخلاقی اور سماجی شعور کی تربیت گاہ بنیں۔ مساجد میں بچوں کی تعلیم و تربیت ایک ناگزیر تربیتی تقاضا ہے جس کے لیے ناظرہ قرآن مجید کے ترجمے کو سیکھنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ یہاں قرآن وحدیث کے مستقل دروس ہونے چاہئیں۔ ہر مسجد میں ایک ایسی لائبریری کا قیام ہونا چاہیے کہ جس کے دارالمطالعہ میں کچھ دیر بیٹھ کر مطالعہ کیا جاسکے اور وہاں سے کتابوں کے اجرا کے علاوہ مختلف اخلاقی اور تربیتی موضوعات پر آڈیو کیسٹ کا حصول بھی ممکن ہو۔ مساجد کو بتدریج ایک کمیونٹی سنٹر میں تبدیل کیا جانا چاہیے تاکہ آج ہم جن فتنوں اور تعصبات کا شکار ہیں اور جس نوع کا اخلاقی بحران پیدا ہو چکا ہے اس کو حل کیا جاسکے تاکہ مسجد کے ارگرد کی بستیوں اور رہائش گاہوں میں اخوت ومحبت، غم گساری اور غم خواری، خدمت و ایثار، مساوات و یک جہتی کا کلچر پیدا کیا جاسکے۔ معاشرے میں بد اخلاقی کے سارے چشموں، ہر نوع کے فتنوں اور سماجی خرابیوں اور برائیوں کے خلاف ایک منظم جہاد کا آغاز مسجد سے ہونا چاہیے جس کے نتیجے میں اصلاح معاشرہ کی تمام تر ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔

صرف ایک چوتھائی حصہ ہی بہ مشکل مساجد کی طرف کیوں رجوع کرتا ہے؟ مسلمان بچوں کی ایک قابل ذکر تعداد قرآن مجید ناظرہ جیسی نعمت سے کیوں محروم ہے؟ خطبات جمعہ میں سامعین کی کثیر تعداد جمعہ کے اختتام سے دس پندرہ منٹ قبل کیوں تشریف لاتی ہے؟ خطیب حضرات کے مواعظ کا موضوع اور اسلوب کتنا علمی اور جاذب ہوتا ہے؟ نیز ان خطبات کے موضوعات کس درجہ دعوتی، تعمیری اور تربیتی ہوتے ہیں اور ان میں تعمیر سیرت کے لوازم کا کتنا اہتمام کیا جاتا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم اپنی مساجد کے نظام کو صحیح خطوط پر استوار کر لیں تو پھر ایک مہذب اور متمدن معاشرہ بھی تشکیل پاسکتا ہے اور ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بھی مستحکم ہو سکتی ہے۔

آئیے مساجد سے متعلق تمام حضرات اس مثبت سوچ کے ساتھ پہلا قدم اٹھائیں۔

[یہ شکریہ ماہنامہ دعوت، اسلام آباد مارچ ۲۰۰۷ء]



ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ①..... آخری صفحہ ٹاکسل 2400 روپے
- ②..... اندرون صفحہ ٹاکسل 1800 روپے
- ③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے
- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
- ⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
- ⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

..... "الاعتصام" میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

..... اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہر ادرا سال کریں۔

..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔

..... "الاعتصام" سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے

دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۳۵۴۲۰۶-۷۳۲-۰۳۲

ایک اسلامی معاشرے میں نظام مساجد کا قیام اور استحکام ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ہماری مساجد محدود معنوں میں مذہبی ذمہ داریاں تو ادا کر رہی ہیں مگر یہ ایک اصلاحی، فلاحی اور رہنمائی مرکز نہیں بن سکیں۔ مساجد کو معاشرتی تعمیر کے عمل کے لیے ایک کنٹونمنٹ تصور کیا جانا چاہیے۔ مسجد کے اس کمیونٹی سنٹر میں دروس اور دینی تعلیم کے علاوہ ابتدائی طبی امداد، دارالمطالعہ، مشاورتی کمیٹی، مہمان خانہ، عمر رسیدہ لوگوں کی عبادات کے لیے سہولتیں، تجہیز و تکفین اور میت گارڈی کی سہولیت میسر ہوں اور اسے علمی و سماجی سرگرمیوں کا مرکز بننا چاہیے۔ ہمارے ہاں معبدوں کی تزئین و آرائش پر تو زور دیا گیا ہے مگر ان سے تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفوس کا کام نہیں لیا گیا۔

اس موقع پر ہم اپنے ائمہ مساجد اور خطیب حضرات سے یہ استدعا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس بات کا تجزیہ کریں کہ مسلم آبادی کا

کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخی ہے؟

مولانا ارشاد الحق اثری، فیصل آباد

.....

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کے بارے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **”قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبَةُ فِي النَّارِ۔“** کہ ”عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور ان کا سامان چھیننے والا آگ میں ہے۔“ اور یہ بات بھی منقول ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا۔ علامہ البانی نے السلسلة الصحيحة [رقم: ۲۱۶۰، ج: ۵، ص: ۱۹۱] میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ روایات اس روایت کے معارض ہیں جس میں ہے کہ **”قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبَةُ فِي النَّارِ“** عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل آگ میں جائے گا۔ شیخ البانی نے اس روایت کو بھی الصحيحہ [رقم: ۲۰۰۸، ج: ۵، ص: ۱۸] میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا ہے کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والی لڑائیاں تاویل کی بنا پر تھیں اور مجتہد اگر خطی، بھی ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ جب یہ عام لوگوں کے لیے ہے تو صحابہ کرام اس کے بالا ولی مستحق ہیں۔ [الاصابه، ج: ۴، ص: ۱۴۸]

حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ صحابی ہی نہیں بلکہ ان کا شمار ان صحابہ میں کیا گیا ہے جو صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ جیسا کہ محمد بن حبیب البغدادی نے المحبر [ص: ۲۹۵، ۲۹۶] میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی کہا ہے **”يُقَالُ شَهِدَ الْحَدِيبِيَّةَ“** کہا گیا ہے کہ وہ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ [السیر، ج: ۲، ص: ۵۴۴] اور بدر و حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ آگ میں نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ام مبشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

» لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ اصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدٌ الَّذِيْنَ بَايَعُوا تَحْتِهَا « [مسلم، ج: ۲، ص: ۳۰۳، احمد، ج: ۳، ص: ۲۵۰] کہ ان شاء اللہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں قاطع اس کے خلاف ہو تو وہ اس عمومی قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگی جیسا کہ یہاں ہے۔ [الصحيحه، ج: ۵، ص: ۱۹۰] لیکن جس دلیل کی بنا پر انھوں نے یہ فرمایا وہ دوسری ”دلیل قاطع“ کے خلاف ہے۔ جسے خود انھوں نے اسی جلد کے [ص: ۱۹۱]

میں درج کیا ہے کہ اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ آگ میں نہیں جائیں گے۔ اور یہی روایت راجح اور صحیح ہے جب کہ اس کے معارض روایت کی تصحیح محل نظر ہے۔ جس کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے۔

①..... یہ روایت کہ ”قاتل عمار آگ میں جائے گا“ کی شیخ البانی نے تین اسانید ذکر کی ہیں۔ پہلی امام ابو محمد الخلدی کی ”ثلاثہ مجالس من الامالی“ کے حوالے سے جو ”لیث عن مجاہد عن عبد اللہ بن عمرو“ کی سند سے ہے اور شیخ البانی نے خود ہی فرمایا ہے کہ لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ”فیہ انقطاع“ لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے یہی روایت امام ابن ابی عاصم نے الاحاد والمثنائی [ج: ۲، ص: ۱۰۲۔ طبرانی کبیر ابن عساکر] میں بھی منقول ہے۔

②..... شیخ البانی نے یہ روایت امام حاکم سے ”عبد الرحمن بن المبارك ثنا المعتمر بن سليمان عن ابيه عن مجاهد“ کی سند سے نقل کی ہے [المستدرک، ج: ۳، ص: ۳۸۷] اور امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل کیا ہے:

”تفرد به عبد الرحمن بن المبارك وهو ثقة مأمون عن معتمر عن ابيه ، فإن كان محفوظا فانه صحيح على شرط الشيخين -“

”کہ اس سند سے بیان کرنے میں عبد الرحمن بن المبارك منفرد ہیں اور وہ ثقہ مامون ہیں۔ اگر یہ سند محفوظ ہے تو یہ شرط الشیخین کے مطابق صحیح ہے۔“

عبد الرحمن بن المبارك سے صرف امام بخاری نے روایت کی ہے امام مسلم نے نہیں۔ اس لیے اسے صرف علی شرط البخاری کہنا چاہیے۔ وہ بلاشبہ ثقہ ہیں لیکن انھوں نے ایک جماعت کی مخالفت کی ہے۔ خود امام حاکم نے ہی اس طرف اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

”انما رواه الناس عن معتمر عن ليث عن مجاهد-“ [ایضاً]

کہ لوگ اسے (عبد الرحمن بن مبارک کے برعکس) معتمر عن لیث عن مجاہد کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہی میں ایک عباس بن ولید النخعی ہیں جیسا کہ الاحاد والمثنائی [ج: ۲، ص: ۱۰۲، رقم: ۸۰۳] میں ہے۔ مگر الاحاد کے محقق نے جس لیث کو لیث بن سعد قرار دیا ہے یہ بہر نوع غلط ہے۔

دوسرے امام مسدد ہیں جیسا کہ ان کی مسند سے حافظ ابن حجر نے المطالب العالیہ [ج: ۳۵، ص: ۱۶۵، رقم: ۴۴۱۵] میں نقل کیا ہے۔ تیسرے صالح بن حاتم اور چوتھے عمرو بن علی ہیں جیسا کہ ابن عساکر [ج: ۴۳، ص: ۴۲۶، ۴۷۴] میں ہے۔

اس لیے ان چاروں کی روایت عبد الرحمن بن مبارک سے راجح ہے اور عبد الرحمن کی روایت مرجوح ہے۔ علاوہ ازیں اس میں سلیمان بن عیسیٰ مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔ امام نسائی اور امام ابن معین وغیرہ نے اسے مدلس قرار دیا ہے۔ تاریخ ابن معین بروایت الدوری ۳۶۰۰..... طبقات المدلسین ص: ۶۶ وغیرہ تاہم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

③..... اس روایت کی تیسری سند ”عفان بن مسلم قال اخبرنا حماد بن سلمة قال أخبرنا ابو حفص و كلثوم بن جبر عن ابي غادية“ سے مسند امام احمد [ج: ۴، ص: ۱۹۴، ابن سعد، ج: ۳، ص: ۲۶۰] میں منقول ہے اور اسی سند کے بارے میں شیخ البانی نے فرمایا ہے ”هذا اسناد صحيح رجاله ثقات رجال مسلم“ یہ سند صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ اور مسلم کے راوی ہیں۔ [الصحيحة، ج: ۵، ص: ۱۹] اور یہی بات المطالب العالیہ کے محقق نے بھی کہی ہے۔

لیکن یہ بھی درست نہیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسی سند سے یہ روایت ذکر کر کے فرمایا ہے:

”اسنادہ فيه انقطاع -“

[سير اعلام النبلاء، ج: ۲، ص: ۵۴۴]

کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔“

اپنے ضعف کے علاوہ مرجوح ہے۔ اس روایت کے اور شاہد بھی ہیں جنہیں شیخ البانی نے ان کے ضعف کی بنا پر ذکر نہیں کیا۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر اُن کی حقیقت بھی بیان کر دی جائے۔

پہلا شاہد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں:

”تقتلك الفئة الباغية، بشر قاتل عمار بالنار“
کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمار تجھے باغی جماعت قتل کرے گی، قاتل عمار کو آگ کی بشارت دی۔“

[المطالب العالیہ، ج: ۳۵، ص: ۱۷۴، رقم: ۴۴۱۹]
ابن عساکر [ج: ۴۳، ص: ۷۷۴] لیکن یہ روایت انتہائی ضعیف ہے عمرو بن مالک الراسی ضعیف ہے اور اس کا استاد یوسف بن عطیہ متروک ہے۔ [تقریب، ص: ۳۹۶، ۵۶۸]

دوسرا شاہد

حافظ ذہبی نے السیر [ج: ۱، ص: ۴۲۰] میں ابو عوانہ اور ابویعلیٰ نے یہی روایت حضرت عثمان سے نقل کی ہے۔ جس کی سند انھوں نے یوں نقل کی ہے:

”ابو عوانة في سنده وابو يعلى من حديث احمد ابن محمد الباهلي حدثنا يحيى بن عيسى حدثنا الاعمش حدثنا زيد بن وهب -“ الخ

اور اس کے الفاظ ہیں: ”تقتلك الفئة الباغية وقاتله في النار“ مگر یہ الفاظ اور سند دونوں محل نظر ہیں۔ علامہ ذہبی نے ابو عوانہ کی سند ہی ذکر نہیں کی البتہ ابویعلیٰ کی سند انھوں نے ذکر کی ہے اور وہ امام ابویعلیٰ کی المسند الکبیر اور المعجم [رقم: ۲۸۳] میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے المطالب العالیہ [رقم: ۴۴۲۳، ج: ۳۵، ص: ۱۸۳] میں المسند الکبیر ہی سے نقل کیا ہے۔

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول درست ہے کیوں کہ کلثوم بن جبر اسے ابو عادیہ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل بیان کرتے ہیں اس کے بعد کے الفاظ ہیں:

”فأخبر عمرو بن العاص فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول -“ الخ

کہ عمرو بن عاص کو اس کی خبر دی گئی تو انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور ان کا سامان چھیننے والا آگ میں ہے۔ یہاں حضرت عمرو کو خبر دینے والا اور ان سے یہ روایت سننے والا کون ہے؟ ظاہر ہے وہ نہ ابو عادیہ رضی اللہ عنہ ہیں اور نہ ہی کلثوم بن جبر ہو سکتے ہیں۔ کلثوم ابو عادیہ عبد اللہ بن زبیر انس سے تو روایت کرتے ہیں عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے نہیں۔ حضرت عمرو بن عاص کی وفات میں اختلاف ہے۔ امام حاکم اور ابن عبد البر نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے وہ ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ ابن یونس وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

[التہذیب، ج: ۸، ص: ۵۷]

اور اہل علم جانتے ہیں کہ اہل مصر کے بارے میں ابن یونس کا قول راجح ہوتا ہے اور کلثوم بن جبر ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ یوں کلثوم نے اگر ۸۷ سال سے زائد عمر پائی ہو تو حضرت عمرو بن عاص سے ان کا سماع ممکن ہے ورنہ نہیں۔ اور غالباً یہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے علامہ ذہبی نے اس کی سند کو منقطع قرار دیا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص ہی سے یہ روایت ابن عساکر [ج: ۴۳، ص: ۷۷۳] میں ایک اور سند سے منقول ہے لیکن یہ سند بھی مجہول اور متکلم فیراویوں سے منقول ہے۔

مزید برآں یہ روایت صحیح مسلم وغیرہ کی روایت کے مخالف ہے جس میں مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے آگ میں نہیں جائیں گے۔ ابو عادیہ چون کہ اصحاب حدیبیہ میں سے ہیں اس لیے صحیح مسلم کی روایت ہی راجح اور اس کے مقابلے کی روایت

اولاً: مسند ابویعلیٰ کی سند یوں ہے:

”حدثنا الفضل بن سكين ثنا احمد بن محمد
الرملى ثنا يحيى بن عيسى الرملى ثنا
الاعمش-“ الخ

الفضل بن سكين کی امام ابن معین نے تکذیب کی ہے۔
[لسان، ج: ۴، ص: ۴۳۱] مگر وہ منفر نہیں۔ اس کا استاد احمد بن محمد الرملی
کی توثیق نہیں ملی۔ علامہ ذہبی نے اسے احمد بن محمد الباہلی لکھا ہے۔
اور اس کا متابع احمد بن بدیل القاضی ہے۔

[الطبرانی الصغير، ج: ۱، ص: ۱۸۷]

اور وہ صدوق ہے۔ ان کا استاد یحییٰ بن عیسیٰ الرملی متکلم فیہ ہے۔

ثانیاً: ابویعلیٰ، طبرانی میں ”قاتلہ فی النار“ کے الفاظ ہی
نہیں ہیں۔

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد [ج: ۷، ص: ۲۴۲] میں یہ روایت
ابویعلیٰ اور طبرانی (کبیر، صغیر، اوسط) سے نقل کی ہے اور اس میں بھی
یہ الفاظ نہیں ہیں۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں یہ
الفاظ صحیح نہیں۔

ہماری ان معروضات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ
”قاتلہ وسالہ فی النار“ کے الفاظ سے روایت صحیح نہیں، اور بات
وہی صحیح ہے جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ حضرت ابو غادیہ رضی اللہ عنہ
کے اس اقدام کا سبب اسی روایت میں موجود ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ،
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر معترض تھے اور ان کے اس بارے میں تاثرات
درست نہیں تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس نوعیت کی باتیں
حضرت ابو غادیہ رضی اللہ عنہ نے سنی تو ان کے دل میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے
نفرت ہو گئی اور اس کا نتیجہ ان کی شہادت پر منتج ہوا۔ سلف نے صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اس نوعیت کے معاملات کے بارے میں کف
لسان کا فیصلہ فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل ”مشاہرات صحابہ اور سلف کا
موقف“ میں دیکھی جاسکتی ہے، اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔

دعائے صحت کی درخواست

مولانا محمد لیاقت صدیقی صاحب (راجن پور) ۲۶ فروری بروز
سوموار فروغ اسلام کارواں کی آمد کے سلسلہ میں پینر باندھ رہے تھے کہ
انھیں اچانک کرنٹ لگ گیا۔ کرنٹ اس قدر شدید تھا کہ چوبیس گھنٹے بے
ہوش رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جان بچ گئی ہے۔ ۲۷ فروری
بروز منگل فروغ اسلام کارواں کی قیادت کرتے ہوئے حضرت الامیر
پروفیسر ساجد میر صاحب جام پور تشریف لائے تو ہسپتال میں زیر علاج
مولانا محمد لیاقت صدیقی صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔
مرکزی ناظم اعلیٰ حافظ عبدالکریم صاحب، قاری عبدالوکیل صدیقی
صاحب، میاں نعیم الرحمن طاہر صاحب اور مولانا محمد یاسین راہی وغیرہم
بھی ہمراہ تھے۔ احباب موصوف کی صحت کی دعا فرمائیں۔

[محمد اسماعیل ساجد، مدیر جامعہ محمد اہل حدیث، جام پور]

والله خير الرازقين
رجسٹرڈ ٹریڈ مارک
۶۳۶۱۰
دفت: 240100
273423
بیکو
پنکھے
تیار کردہ
بیکو انجنئرنگ کمپنی رجسٹرڈ
جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۲۱ء (گوجراں والا)

شاہد فاروق ناگی، گوجراں والا

گوجراں والا کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں والی وہ مسجد ہے جہاں مولانا محمد اسماعیل سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سنتا لیس..... ۱۹۲۱ء..... ۱۹۶۸ء..... سال قرآن وحدیث کی شیخ فروزاں رکھی۔ یہ وہی مسجد ہے جس کو صاحب تذکرہ مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آباد کی تھا۔ برخوردار شاہد فاروق ناگی نے مولانا کے حالات جمع کر کے تاریخ محفوظ کردی ہے اگر کوئی پرانے بزرگ بلا امتیاز مسلک و مذہب موجود ہوں جنہوں نے مولانا کی زیارت کی ہو یا ان سے فیض پایا ہو تو وہ ان کو بھی محفوظ کر کے تاریخ کا حصہ بنالیں۔ [الاعتصام]

اسوہ رسول ﷺ پر چلنے والے علمائے کرام بھی انہی ظلم و جور کا شکار رہے ہیں، رہتے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ اس لیے علم نبوت کو سنبھالنے والے اگر کمزوری اور بزدلی دکھادیں اور دنیاوی مصائب سے دل برداشتہ ہو جائیں تو دین کی اصل شکل قائم نہیں رہ سکتی۔

الغرض، اسی منہج نبوت پر چلنے والے علمائے کرام علم نبوت کے وارث ٹھہرتے ہیں جو دنیا کو اپنے علم و عمل، سیرت و کردار سے اسلام کی اصل روح سے روشناس کرواتے ہیں اسی کاروان علمائے حق میں سے آج ہم جس گمنام شخصیت کے متعلق اپنے قلم کو جنبش دینے کی جسارت کر رہے ہیں ان کا اسم گرامی مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے جنہوں نے تمام عمر توحید و سنت کی اشاعت میں بسر کردی اور ہر طرح کے ظلم و جور کو برداشت کر کے العلماء و رتۃ الانبیاء ہونے کا حق ادا کیا۔

مولانا علاء الدین کا تعلق برہمن چندر بنسی خاندان سے تھا۔ نویں پشت سے غالب دین مسلمان ہوئے تھے۔ نسب نامہ اس طرح سے ہے۔ مولانا علاء الدین بن عبدالواسع بن بختاؤر بن نور محمد بن غلام محمد بن الیاس بن دولت بن پیر علی بن غالب دین بن گجر مل بن پیر مل بن مول راج المعروف ڈیوڑ راجہ بھٹہ (ساکن اوج بھٹیاں ضلع ملتان)

مولانا علاء الدین ۱۸۲۳ء کو موضع پنڈ وریاں براستہ جا کے چھٹے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔ آپ دو بھائی

انبیاء کی بعثت کا سب سے اہم مقصد مخلوق خدا کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت پر اکٹھا کرنا تھا۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے لگ بھگ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی جماعت مختلف ادوار میں مختلف قوموں کی طرف مبعوث فرمائی گئی، اور اس سلسلہ نبوت کو اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ پر تمام کیا جنہوں نے گزشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرمائی، اور اس دعوت کو جو سابقہ انبیاء اپنی اپنی قوموں پر پیش کرتے تھے تمام اقوام عالم تک پہنچانے کے لیے ایسی جماعت تیار کی جسے قرآن نے رضی اللہ عنہم ورضو اعنہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔

ان نفوسِ قدسیہ سے جن اصحاب نے فیض پایا وہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے نام سے معروف ہوئے اور ان کے فیض یافتگان تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے نام سے تاریخ میں یاد کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بعد جوں جوں اسلامی سرحدیں پھیلتی گئیں ائمہ دین اور علمائے کرام کی عظیم جماعت پر اس دعوت کو چار دانگ عالم پہنچانے کی ذمہ داری آن پہنچی۔ اس لیے علمائے حق نے ہر دور میں اسلام کی حقیقی شکل کے برقرار رکھنے کے لیے ہر قسم کے مصائب و آلام برداشت کیے جو کے شروع سے ہی ایک حقیقی اور سچے مسلمان کی پہچان رہے ہیں۔ خود محسن انسانیت ﷺ نے ہر طرح کے ظلم و جور کا سامنا کیا تھا۔ لہذا اسی

تھے: اللہ دین اور علم دین۔ ماں باپ نے آپ کا نام اللہ دین رکھا جسے آپ نے بعد میں خود ہی علاء الدین کر دیا تھا۔ آپ خاندانی زمیندار تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی دینی تعلیم کے لیے مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ جیسے علوم میں دسترس حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم پر دہلی کا عزم کیا اور وہاں شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور تحصیل حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی اور اس کے بعد وہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ پھر چند سال بمبئی میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ کی ملاقات وہاں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوئی جس کا ذکر انھوں نے اپنی خود نوشت میں بھی کیا ہے۔ تقریباً ۵۲ سال کی عمر میں آپ وطن واپس تشریف لائے۔

۱۸۷۵ء میں مولانا کی وطن واپسی پر مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعوی اور پیر میر حیدر خان پوری رحمۃ اللہ علیہ (تلامذہ سید عبد اللہ الغزنوی) نے باہمی مشاورت سے آپ کو گوجراں والا میں مسجد کمہاراں والی (موجودہ جامع مسجد عائشہ) میں خطیب مقرر فرمایا۔ خطابت کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپ عالم، عابد اور خوش اخلاق انسان تھے۔ آپ کے حلقہ درس میں کافی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور اکثر لوگ آپ کے درس سے متاثر ہونے لگے جس سے چند صاحب اقتدار علماء حسد کی بنا پر مولانا کے خلاف ہو گئے اور مولانا پر طرح طرح کے الزامات لگانے لگے۔

اس وقت گوجراں والا کی آبادی چالیس پچاس ہزار کے لگ بھگ ہوگی جس کی تمام مسلم آبادی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی تھی۔ چونکہ مولانا مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث تھے اس لیے تصادم ان کی عادت نہ تھی بلکہ مسائل میں بھی مدافعت اور حکمت سے کام

لیتے مگر پھر بھی انھیں برداشت نہ کیا گیا اور انھیں مسجد سے نماز کی حالت میں ہی اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا، اور اسی طرح کی بے شمار اذیتوں سے دوچار کیا گیا۔ لیکن مولانا نے ہمت نہ ہاری اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل رہتے ہوئے ہر ظلم کا جواب مردی سے مقابلہ کیا۔ لہذا آپ نے قریب ہی ایک کھلے میدان میں خطبہ جمعۃ المبارک دینا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر پیٹ پرست ملاؤں میں آگ بھڑک اٹھی تو انھوں نے مولانا کے راستوں میں بدمعاشوں کو بٹھانا شروع کر دیا۔ جب آپ مسجد سے گھر آتے تو راستے میں یہ بدمعاش آپ کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کرتے لیکن خدا کی کرنی کہ مولانا کو محملہ حاجی پورہ کے چند معزز افراد کی رفاقت نصیب ہو گئی جو کہ اس وقت شہر میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے جس سے ان مفاد پرست ملاؤں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ انہی دنوں پیر میر حیدر خان پوری رحمۃ اللہ علیہ گوجراں والا تشریف لائے تو انھوں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعوی کے مشورے سے سائیں رنگ علی سے قبرستان کے دائرہ میں کچھ جگہ مسجد کے لیے حاصل کی جہاں اب جامعہ محمدیہ (چوک نیائیں) واقع ہے۔ یہ جگہ دراصل ایک ادارہ کی تھی جس کے ساتھ ایک کنواں اور چند پنٹہ قبریں ایک کمرہ اور کچا قبرستان تھا یہ جگہ وقف تھی۔ سائیں رنگ علی بحیثیت خادم اس کا متولی تھا۔

۱۸۷۶ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مسجد کی تعمیر کے بعد بھی مخالفین خاموش نہ رہے انھوں نے اس پر مسجد ضرا کا فتویٰ صادر کیا اور لوگوں کو اسے منہدم کرنے پر اکسایا لیکن بیرونی علمائے کرام نے اس فتویٰ کو غلط قرار دیا اور اس مسجد کی تعمیر کو مبنی برحق ٹھہرایا۔ مولانا نے اس مسجد میں خطابت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا دوبارہ سلسلہ شروع کیا جس میں ترجمۃ القرآن، مشکوٰۃ شریف سمیت صرف و نحو اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھانی شروع کیں جس سے بے شمار قلوب واذبان شرک و بدعت کے اندھیروں سے نکل کر توحید و سنت

کے نور سے اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنے لگے۔ اس دور میں جن تلامذہ نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مولانا نور حسین رحمۃ اللہ علیہ گر جا کھی، مولانا حکیم محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علمائے کرام شامل ہیں۔

۱۹۱۵ء کو مولانا ثناء اللہ امرت سہری رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن اہل حدیث گوجراں والا کی تجدید نو فرمائی تو اس انجمن میں مولانا علاء الدین بھی مجلس عاملہ کے ممبر تھے۔ اس انجمن کے تحت شہر میں ہر سال ایک جلسہ منعقد ہوتا تھا جس میں مولانا علاء الدین سمیت ہندوستان بھر سے اکابر اہل حدیث علمائے کرام کو مدعو کیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں اس انجمن نے ایک مدرسہ بنا کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرنا پاس کیا۔ مولانا علاء الدین چوں کہ ذہنی طور پر مسلک اہل حدیث تھے اس لیے انھوں نے اسی مسجد میں مدرسہ کا اجراء کیا تا کہ اپنے پیچھے دین کا کام کرنے کے لیے خود اپنے ہاتھ سے جانشین مقرر کر دیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۱ء کے ابتداء میں گوجراں والا میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر بحیثیت مدرس تشریف لائے۔ ان کی آمد کے تقریباً ۶ ماہ بعد مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ ان کے منبر و محراب کے وارث ٹھہرے۔

مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت حلم و دانش مندی سے

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [النحل: ۱۲۵]

کی تعمیل میں عمر بھر رد شرک و بدعت اور توحید و سنت کی تبلیغ کرتے رہے۔ مولانا انتہائی رقیق القلب انسان تھے۔ بڑے پیار سے سمجھاتے اور ہمیشہ طعنہ زنی سے بچتے تھے، وعظ میں پنجابی اشعار عام پڑھا کرتے تھے، مولانا نے تقریباً ۴۴ سال اس مسجد میں قرآن و حدیث کی روشنی سے لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔

مولانا علاء الدین نے دونکاح کیے۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد انھوں نے گوجراں والا کی کھوکھر برادری میں دوسرا نکاح کیا۔ جس سے ان کی اولاد دولڑکے عبدالعزیز، عبدالرشید اور دولڑکیاں تھیں۔ جب دوسری بیوی فوت ہو گئیں تو گھر آنا قریباً چھوڑ دیا اور زیادہ وقت مسجد کے حجرہ میں ہی قیام فرماتے۔ مولانا نے ۶ ستمبر ۱۹۲۱ء بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ بروز منگل ۹۸ سال کی عمر میں وفات پائی اور گوجراں والا کے بڑے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ

وفات کے بعد مولانا نے وصیت فرمائی کہ

①..... میں مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتا ہوں اس لیے مجھے غسل مولوی حکیم عبداللہ (حاجی پورہ والے) اور مولوی فضل الدین (اوپنی مسجد والے) دیں۔

②..... نماز جنازہ مولانا عبدالعزیز بن مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قلعوی پڑھائیں۔

③..... میرے جنازہ میں سورۃ الفاتحہ بسم اللہ پڑھی جائے۔

④..... میری قبر پر پختہ اینٹ نہ لگائی جائے اور نہ فاتحہ خوانی کی جائے۔

مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کا کردار اس حوالے سے بھی بے مثال ہے کہ ان کے تلامذہ نے ان کی جانشینی کا صحیح حق ادا کیا۔ جیسا کہ مولانا نور حسین رحمۃ اللہ علیہ گر جا کھی نے مناظر کی حیثیت سے پنجاب بھر میں اپنا ایک مقام پیدا کیا اور حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہو کر عرب و عجم میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی پھیلائی۔ جس کی نظیر ان کے بعد آج تک نہیں ملتی، اسی طرح مولانا کے لگائے ہوئے پودے (مدرسہ محمدیہ) کی آبیاری مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جو آج تک قال السلہ وقال الرسول کی صداؤں کو پاکستان بھر میں پہنچا رہا ہے۔



او آئی سی کے متبادل اسلام کی ترجمانی کے لیے عالمی ادارہ کی ضرورت

عطا محمد جنجوعہ

جہادی اقدامات کے خاتمے کے لیے او آئی سی کا انتخاب

صہیونی تھنک ٹینک نے کمیونزم کے زوال کے بعد عالم اسلام کو ہدف بنالیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو مغلوب اور اسلام کو مسخ کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ نائن الیون کی آڑ میں افغانستان اور عراق کو تاراج کرنے کے بعد سیکولر نظام مسلط کر دیا ہے۔ جب کہ امریکی حکومت اپنے عالمی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے مسلم دنیا کے معروف سکالروں کو اپنے ہاں دعوت دیتی ہے۔ جن کے مطالعاتی دوروں کے اخراجات خود برداشت کرتی ہے۔ بعض اوقات مسلم دنیا میں ہی عالمی امن کے نام پر کانفرنس منعقد کر کے اُن کو جدیدیت کے موضوع پر لیکچر دیے جاتے ہیں۔ ان حربوں سے چند مسلم اسکالرز ضرور متاثر ہوئے۔ وہ مغربی طرز سیاست، معیشت اور معاشرت کو اسلام کے لبادے میں پیش کرنے میں جت گئے تاہم ان کے اثرات کی رفتار دھیمی تھی اس لیے انھوں نے عالمی ایجنڈے کے مؤثر فروغ کے لیے او آئی سی کا انتخاب کیا۔

۱۹۶۹ء میں یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر بے حرمتی کی تو عالم اسلام میں اسرائیل کے خلاف مظاہرے شروع ہوئے۔ چنانچہ او آئی سی معرض وجود میں آئی۔ کافی عرصہ بیت گیا مگر بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لیے عملی کارروائی نہیں کی جاسکی۔ سامراجی دور کے پیدا کردہ مسلم ممالک کے باہمی سرحدی تنازعے ہنوز تشنہ حل ہیں۔ بیرونی جارحیت کی صورت میں او آئی سی میں شامل مسلم

ممالک نے دفاعی معاہدہ نہیں کیا البتہ اس دوران اسلامی سربراہی کانفرنس کے متعدد اجلاس ہوئے۔ جن میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کی توثیق کی گئی یا اس سے ممکنہ حل کے لیے پرامن مذاکرات کی اپیل کی گئی کیوں کہ او آئی سی باختیار ادارہ نہیں بلکہ اقوام متحدہ کے تابع ہے۔

دسمبر ۲۰۰۵ء میں ۱۵۷ اسلامی ممالک کے سربراہوں کا مکہ مکرمہ میں غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا جن کو افغانستان اور عراق میں امریکا کی دہشت گردی نظر نہ آئی بلکہ اعلامیہ میں مسلمانوں پر زور دیا گیا کہ وہ دہشت گردی (جہاد) کو ختم کرنے کے لیے نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں لائیں۔

”اسلام امن اور جدیدیت کا مذہب ہے جو ہر قسم کی دہشت گردی کو مسترد کرتا ہے مسلم ممالک پر زور دیتا ہے کہ وہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے ہر ممکن اقدامات اپنائیں اور نصاب تعلیم میں ایسی تبدیلیاں لائیں جن سے معاشرہ میں برداشت، تحمل، ہم آہنگی اور مکالمے کی روایت کو فروغ ملے۔“

سربراہی اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اسکالرا کیڈمی فورم میں اصلاحات کر کے اسے تمام اُمہ کے لیے ایک مستند ادارہ بنائے تاکہ جو امور بھی سامنے آئیں ان پر اجتہاد کے ذریعے فیصلے ہوں۔

کانفرنس میں شریک ۱۵۷ اسلامی ممالک کے سربراہوں نے کہا ہے کہ اعلان مکہ اور دس سالہ تنظیم نو کے پلان میں او آئی سی کو

سیاسی، اقتصادی، سماجی، تعلیمی، صحت اور ثقافتی شعبوں میں مؤثر بنایا جائے گا تاکہ یہ ادارہ ۲۱ ویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے۔“
[روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۰ دسمبر ۲۰۰۵ء]

پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل کا تائیدی فیصلہ

اسکا لرا کیڈمی فورم نے مغربی نظریات کو اسلام کے قالب میں ڈھالنے کے لیے اجتہاد جدید کے کام کا آغاز کیا ہے یا نہیں۔ البتہ پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین میں رد و بدل کیا۔ کینیڈا سے پی ایچ ڈی کرنے والے ڈاکٹر کو اس کا چیئر مین نامزد کیا جس نے اسلام اور دہشت گردی کے موضوع پر اپنی سفارشات کی رپورٹ جاری کی۔

”اسلام دہشت گردی کی قطعاً تائید نہیں کرتا۔ دہشت گردی ایک جرم ہے خواہ افراد یا گروہ اس کے مرتکب ہوں یا کوئی ریاستی ادارہ۔ ریاستی دہشت گردی کو جوابی دہشت گردی کا جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ اسلام سلامتی کا دین ہے اور اس کے ماننے والے ہر قسم کے تشدد اور دہشت گردی کے خلاف ہیں۔ ۲۲ نکات پر مشتمل سفارشات میں مزید کہا گیا ہے کہ دہشت گردی کو جہاد کا نام دینے یا اس بنیاد پر جواز فراہم کرنے کو سختی سے روکا جائے۔ مسلم ممالک اور آئی سی کی سطح پر ماہرین کی کمیٹی بنائیں۔ سارک کی سطح پر بھی ماہرین کی ایک کونسل بنانے کی تجویز دی گئی۔ مزید کہا گیا کہ دہشت گردی اور تخریب کاری میں ملوث تربیتی کیمپ ختم کیے جائیں اور پاکستان کے اٹلی جنس اداروں اور آئی ایس آر اور ایف آئی اے کا از سر نو جائزہ لے کر انھیں مضبوط بنایا جائے تاکہ دہشت گردوں کی سیاسی سرپرستی کا سلسلہ ختم ہو سکے۔“ [غزوہ ۷/ اپریل ۲۰۰۶ء]

دورِ جدید کے مسائل کے حل کے لیے علماء کے اجماعی فیصلہ کی ضرورت

امریکا نے کمیونزم کی بیخ کنی کے لیے مسلمانوں کو صف آراء کرنا تھا تو مسلم دنیا میں جہاد کے لیے خود فضا ساز گاری مگر بعد میں

وہی مجاہدین اور اُن کا ولولہ جہاد امریکا اور صہیونیوں کے گلے کی چھچھوند بن گئے۔ چنانچہ جب صہیونی تھنک ٹینک نے اسلام کو ہدف بنالیا تو وہی اسلامی ادارے، اسکا لرا اور مسلم حکمران جہاد کو دہشت گردی سے تشبیہ دے رہے ہیں اور عالم اسلام کے موجودہ حالات کو نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی سے مطابقت قائم کر کے جہادی اقدامات کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اگرچہ چند علماء و دانش ور جدیدیت کی روک تھام کے لیے حتی المقدور مصروف عمل ہیں لیکن اُن کی اثر پذیرائی کا حلقہ محدود ہے۔ اسلامی دنیا میں ایسی نامور شخصیات موجود ہیں جو عالم اسلام کی علمی تحریکوں میں مصروف ہیں ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ احیائے امت کے لیے علماء و دانش وروں پر مشتمل بین الاقوامی سطح پر اسلامی فورم تشکیل دیں جو صہیونی تھنک ٹینک کے ایما پر جاری ہونے والے جدید مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں علمی و تحقیقی جواب دیں۔

امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی نوعیت اور جہاد کے بارے میں علمی استفسار
نائن الیون کے واقعہ بعد صہیونی میڈیا کی دہشت گردی کی اصطلاح سے عالم اسلام کے مسلمان مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہیں:

(i)..... وہ مسلمان جو غیر مسلم حکومت کے شہری ہیں جہاں ان کی عزت، جان اور مال کو تحفظ حاصل ہے، اور اُن کو اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کے حقوق حاصل ہیں نیز اُن کو وعظ و نصیحت کی آزادی بھی حاصل ہے۔
(ii)..... دیگر حقوق تو حاصل ہیں لیکن اسلام کی تبلیغ کی آزادی نہیں۔

(iii)..... جہاں عزت، جان، مال کے تحفظ کا قانونی حق حاصل ہے مگر مذہبی احکام پر عمل پیرا ہونے میں قانونی رکاوٹیں ہیں۔
(iv)..... بعض ایسے ممالک بھی ہیں جہاں اسلامی احکام پر

عمل کرنے میں نہ صرف قانونی رکاوٹیں ہیں بلکہ مسلمان ہونے کی پاداش میں اُن کو دشمن نمبر ایک تصور کیا جاتا ہے۔ نو جوانوں کو ہلاک، عورتوں کی عصمتیں لوٹنے اور املاک کو نذر آتش کرنے کی مہم جاری ہے۔

مذکورہ مظلوم مسلمان جن کے پڑوس میں اسلامی حکومت نہیں وہ مزید جانی و مالی نقصان سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی ملکی زندگی کی طرح صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں یا مدنی زندگی کی طرح جہاد پر عمل پیرا ہوں۔

مظلوم مسلم اقلیت کے پڑوس میں اسلامی حکومت ہو وہ اجتماعی فیصلہ کے تحت مسلم حکومت سے تعاون کی درخواست کریں تو اُس مسلم حکومت پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے جب کہ اقوام متحدہ کے ضابطوں کے تحت دوسری ریاست کے معاملات میں مداخلت یا در اندازی کی اجازت نہیں وہ کیا لائحہ عمل اختیار کرے؟

اگر آزاد مسلم حکومت عالمی قانون کی پابندی کی وجہ سے شس سے مس نہ ہو وہاں کے مسلمان حکومت کے اشارے پر یا از خود مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے کے لیے خفیہ ذرائع سے جاسکتے ہیں؟

اگر مجبور مسلمان مقامی حالات کے پیش نظر صبر و استقامت پر عمل پیرا ہوں وہ پڑوس کی مسلم حکومت کو تعاون کے لیے نہ کہیں تو اس صورت میں مسلمانوں کو از خود اسلامی جذبے کے تحت وہاں جانا چاہیے یا نہیں؟

اگر کوئی غیر مسلم ملک کسی مصنوعی بہانہ کی آڑ میں مسلم ملک پر حملہ کرے۔ رائج اسلامی نظام کو درہم برہم کر کے سیکولر نظام مسلط کرے اور قدرتی وسائل پر قبضہ کرے تو اس صورت میں وہاں کے مسلمانوں پر دفاعی جہاد فرض ہے یا نہیں؟

اگر وہ مزاحمتی جہاد کریں تو ان کی اعانت کرنا پڑوس کی اسلامی حکومت پر فرض ہے یا نہیں؟ خدا نخواستہ وہ مسلم حکومت اپنے بھائیوں کا ساتھ دینے کی بجائے طاغوتی حملہ آوروں کا ساتھ دے تو رعایا پر

ایسے مسلم حکمران کی اطاعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ طاغوتی قوتوں کے آلہ کار مسلم حکمران کے اقتدار کو آئینی و قانونی جواز فراہم کرنا اور اس کے مغربی ایجنڈے کی بالواسطہ یا بلا واسطہ حمایت کرنا شرعاً جائز عمل ہے یا نہیں؟

صیہونی ورلڈ آرڈر پر عمل درآمد کرنے والے مسلم حکمرانوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے ہڑتال کی اپیل کرنا، سڑکوں اور بازاروں میں مردوں یا عورتوں کا جلوس نکالنا کیا درست عمل ہے؟ یا علمائے حق کو تحریر و تقریر کے ذریعے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے اور نصرت کے لیے رب کریم کے دربار میں قنوت نازلہ پڑھنی چاہیے؟

عصر حاضر میں خودکشی کی کئی صورتیں رونما ہو رہی ہیں:

(i)..... بھوک، افلاس یا خانگی حالات سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کرنا۔

(ii)..... طاغوتی فوج بے تحاشا ہوان کے مقابلے میں مسلم مزاحمت کا قلیل تعداد میں ہوں۔ فضائی حملے کے خطرہ کے پیش نظر دو بدو مقابلہ کرنے کی صورت میں زیادہ جانی نقصان کا خطرہ ہو تو ان حالات میں کسی ایک مسلمان کا دشمن کی فوج میں گھس کر خودکشی دھماکہ کرنا۔ طاغوتی فوج کی مسلم سکیورٹی پولیس کے علاقہ میں داخل ہو کر خودکشی دھماکہ کرنا۔ سڑک یا بازار میں دشمن کی گاڑی کو بم سے تباہ کرنے کی کوشش کرنا جس میں طاغوتی سپاہیوں کے علاوہ عام شہریوں کے ہلاک ہونے کا خدشہ ہو۔ طاغوتی فوج کے امن کے دعویٰ کو مضحکہ خیز بنانے کے لیے پرہجوم آبادی کے علاقہ میں خودکشی دھماکہ کرنا، جس میں معصوم بچوں، عورتوں کے مرنے کا اندیشہ ہو۔

کسی مسلم مجاہد کا دفاعی اسلحہ لے کر دشمن کی فوجی چھاؤنی یا پولیس ایریا میں گھس کا فائرنگ کرتے رہنا، طاغوتی سپاہیوں کو جانی و مالی نقصان پہنچا کر بہ حفاظت بچ نکلنے کی کوشش کرنا بعض اوقات

دشمن کی فائرنگ سے ہلاک ہو جانا، مذکورہ بالا صورتوں میں سے کون سی شرعی طور پر جائز ہیں؟

اقوام متحدہ کی رکنیت جائز ہے؟

اقوام متحدہ کا چارٹر وحدت الادیان کا علم بردار ہے اسلام میں بالغ مسلمان لڑکی کا نکاح مشرک یا اہل کتاب مرد سے جائز نہیں جب کہ اقوام متحدہ کا منشور اسلامی اصول کی نفی کرتا ہے۔

دفعہ ۱۶ (۱) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

سلامتی کونسل کا فلسطین اور کشمیر کے معاملے میں دوہرا معیار اور چیچنیا، افغانستان اور عراق میں امریکی جارحیت پر اقوام متحدہ کی بے بسی و بے حسی واضح ہے۔ ان حالات میں مسلم حکومتوں کا اقوام متحدہ کا بدستور رکنیت قائم رکھنا اور مسلم لیڈروں کا داخلی معاملات پر اپیل کرنا شرعاً جائز ہے؟

غلبہ دین کے لیے کون سا لائحہ عمل موزوں ہے؟

عالم اسلام کی دینی تحریکوں کے لائحہ عمل میں نظریاتی اختلاف ہے۔ آیا انبیائے کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام ہے یا عدل و انصاف پر مبنی صالح معاشرہ کا قیام۔ عصر حاضر میں غلبہ دین کے لیے کس کو اولین ترجیح دینا چاہیے؟

جمہوری نظام میں قرآن و سنت کے احکام کا نفاذ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب اراکین کی منظوری کا محتاج ہے۔ کیا ہم اس نظام کو اپنا کر صالح معاشرہ یا اسلامی حکومت قائم کر سکتے ہیں؟

اگر نہیں تو امارتی نظام جس میں کثرت رائے کی بجائے دلائل و براہین کی بنیاد پر اتفاق رائے سے فیصلے ہوتے ہیں اس نظام کی بحالی کے لیے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔




شیعہ سنی تصادم نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ امریکا عراق پر تسلط جمانے کے لیے یہی حربہ آزمایا ہے۔ جب کہ او۔ آئی۔ سی عالم اسلام کے مسائل حل کرنے کی بجائے مسلم معاشرہ کو جدیدیت میں ڈھالنے کے لیے متحرک ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام کی تحریکوں کے مفکرین بحالی خلافت کے لیے ادارہ تشکیل دیں جو امت مسلمہ کی یک جہتی و سلامتی، جدید مسائل کے شرعی حل اور غلبہ دین کے لیے متفقہ لائحہ عمل اختیار کریں تاکہ فکری و عسکری محاذ پر مغرب کو پسپائی ہو اور دعوت و جہاد کا پرچم تھامنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔



فون: 275261
51538

اعلیٰ معیار کی ضمانت

اعلیٰ کوالٹی پائیداری میں بے مثال
زیانت اور زیبائش میں لاجواب

سٹیٹسٹون
پکھے موٹریں
اور
واشنگ مشینیں

تیار کردہ: سٹیٹسٹون الیکٹریکل انڈسٹریز رجسٹرڈ، قی بنی روڈ، گوبرنوالہ

ابو ہریرہؓ شریعہ کالج میں داخلہ لیجیے

حضرات اس سچائی سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ملک میں یہ واحد ادارہ ہے جس میں 1997ء سے درس نظامی کے ساتھ لازمی (Compulsary) ایف۔ اے، بی۔ اے کروایا جا رہا ہے۔

داخلہ یکم مئی تا 20 مئی

میٹرک، ایف۔ اے، میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں۔ تاہم فیل ہونے کی صورت میں انھیں فارغ کر دیا جائے گا۔

میٹرک

تعلیم، رہائش، کھانا معیاری اور فری تاہم درس نظامی اور کالج کی کتب طالب علم کے ذمہ ہونے کے ساتھ اسے اپنی مالی استعداد کے مطابق کچھ ماہانہ زرععاون جمع کروانا ہوگا۔ تاکہ کلیتہاً مفت خوری سے اجتناب اور طلباء میں خودداری پیدا ہو سکے۔

سہولیات

نصاب شریعہ کالج

ترجمہ القرآن سورة الفاتحتا الاعراف، مشکوٰۃ اوّل، علم الخو، علم الصرف، ابواب الصرف، دروس اللغة العربية (دوحے)، تجوید القرآن، فرسٹ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ۔ لاہور

سال اوّل

ترجمہ القرآن سورة الاعراف تا النمل، مشکوٰۃ ثانی، نحو میر شرح مائے عامل، کتاب الصرف، الطیب الخ، معلم الانشاء (دوحے)، تجوید القرآن، سیکنڈ ایئر نصاب۔

سال دوم

ترجمہ القرآن، مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایہ الخو، علم الصیغہ، السراجی، شرح نخبہ الفکر، تجوید القرآن، تھرڈ ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی

سال سوم

بخاری شریف، ہدایہ، الوجیز، شرح ابن عقیل، الفوز الکبیر، فور تھ ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی

سال چہارم

نشریات اکیڈمی ازلیم میں موجود ہیں

سیرت ابراہیم علیہ السلام، انبیاء علیہم السلام، کافر یقہ دعا، دین تو آسان ہے، زکوٰۃ کے مسائل، فواکد، آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن، مشکلات کیوں؟ کلمے کے الہامی راستے، آپ ﷺ کا ج، فضیلت قربانی اور اس کے مسائل، آپ ﷺ کی نماز قیام و کوئی عملی تصاویر، برکات رمضان، اتحاد امت و نظم جماعت، جاوکی تاج کاریاں..... ان کا کثرتی علاج

مکتوٰۃ المصاحف سے متفق علیہ اور بخاری و مسلم کی مکمل روایات دو سال میں 6 مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت سیٹ - 600 روپے

ان کتب، جامع البیان، رازی اور دیگر عربی تفاسیر کا خلاصہ اور تفسیر ثنائی، معارف تدریجیہ القرآن کے اہم نکات پر مشتمل جدید و قدیم علوم کا مستحکم جس میں رواں لفظی ترجمہ اور تفسیر بالحدیث کا التزام اور تفسیر بالقرآن۔ نعمانی کتب خانہ، دارالاسلام، سلفیہ، قدوسیہ، اسلامیہ اردو بازار، لاہور، دارالقرآن فیصل آباد

براہ راست منگوانے والے کو 40% رعایت

کالج میں شعبہ تجوید کا اجراء

یکم مئی سے شعبہ تجوید کا اجراء کیا جا رہا ہے جس میں چار سال کے اندر درس نظامی، گریجویٹیشن اور تجوید کی سند دی جائے گی۔

ضرورت استاد

شعبہ ہذا کے لیے ایک مشاق قاری کی ضرورت ہے جن کو رہائش کے لیے مکان اور - 6000 روپے ماہانہ وظیفہ پیش کیا جائے گا۔

رابطہ: 0321-4168546 / 042-5417233

پرنسپل ابو ہریرہؓ شریعہ کالج 37 کریم بلاک، اقبال ٹاؤن - لاہور 042-5417233

ایک شان دار تالیف اور اس کا باکمال مؤلف

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری (کراچی)

تھا۔ وہ یقیناً ان مقربین الہی میں تھے جن کے مرتبے کے بارے میں ”رضی اللہ عنہم ورضو اعنہ“ جیسی بشارت دی گئی۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے وقف کر دیا تھا۔

مؤلف محترم نے بتایا کہ ان کی تعلیم مدارس کے روایتی معیار کے مطابق نہ تھی۔ لیکن جس کے نصیب میں کتاب و سنت سے کوثر و تسنیم کے اجرا کی سعادت لکھی ہو، اسے کسی مکتب کے نصاب تعلیم کی تکمیل کی کیا ضرورت تھی اور اب تو اس کی خدمت تعلیم کتاب و سنت کی تقریباً پون صدی کی تاریخ موجود ہے، جس کی شہادت دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا (اجرا ۱۹۳۲ء) اور مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (اجرا ۱۹۶۳ء) کے محراب و درمیں گونجنے والی قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی صدائیں گزشتہ ۷۷ برسوں سے دے رہی ہیں۔ اس عرصے میں کتاب و سنت کے ہزاروں محدث و مفسر، علما اور حفاظ و قراء نے ملک میں اور ملک سے باہر اپنے درس و مواظب کے ہنگاموں سے اللہ کے اس مخلص بندے کے صدقہ جاریہ کی مقبولیت کی گواہی دی ہے۔ یہ خدا کے اس مخلص بندے کی سعی و جہد کا فیضان ہے جو کسی مدرسے کا فارغ التحصیل نہ تھا اور جب وہ اس دنیا سے گیا تھا تو اس کے ہاتھ میں درس نظامی سے فراغت کی کوئی سند فضیلت نہ تھی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ درس نظامی کی اسناد فضیلت سے محرومین مگر ایسے اصحاب اخلاص و ایثار و صوفیوں کے وجود اور ان کے

یہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور خدمات و سیرت کے تعارف میں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی تالیف ہے، جس طرح موضوع علیہ شخصیت اپنے اخلاص و للہیت اور سیرت و خدمات کے اوصاف و کمالات کا ایک یادگار پیکر تھی۔ اسی طرح اس کے فاضل مؤلف بھی تصنیف و تالیف میں باکمال اور تحریر و نگارش کے فن میں وقت کے بے مثال انشا پرداز ہیں۔

حضرت ”صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ“ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کا وجود گرامی ”آیت من آیات اللہ“ کا چلتا پھرتا ثبوت تھا۔ وہ اخلاص و للہیت کا پیکر تھے۔ وہ پختہ سیرت اور عالی ہمت بھی تھے۔ ذوق عبادت الہی، شوق جہاد اور جذبہ خدمت خلق سے سرشار تھے۔ ان کے حالات کو دیکھتا ہوں تو کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی جس سے خاندان اور گرد و پیش کے آداب و رسوم کے خلاف کسی تحریک کا پتا چلے۔ وہ کیا بات تھی کہ محلے کے پچاسوں بچوں میں مولانا فضل الہی (وزیر آبادی) کی نظر انہی پر پڑی تھی۔ محلے اور پاس پڑوس کے سب ہی بچے رشتے میں ان کے بھتیجے ہوتے تھے، پھر جب امتحانات لیے جارہے تھے تو دیانت کے عمل صالح کی طرف کس نے رہنمائی کی، پھر ان کی زندگی میں ہر قدم پر ان کی بات میں اثر، عمل میں برکت اور دعا میں استجاب کی تاثیر کس نے پیدا کر دی تھی۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اول روز ہی سے انھیں اپنی رضا کے لیے چن لیا

خیر و برکات سے دنیا کو کبھی خالی نہ کرے۔

ہمارے سامنے آتی ہے جس کی خوبی اس کے پیکر کے حسن میں نہیں، اس کی خدا پرستی، نیک عملی، اخلاص و ایثار، سیرت کی پختگی، زندگی کی سادگی، اسلام کی راہ میں جاں نثاری، خدمت ملت کے شوق و ولولے، انسان دوستی، غربا پروری، مظلوم کی دادرسی، خدمت خلق کے جذبے میں تھی۔ حضرت صوفی صاحب کی زندگی کے تمام اعمال ہر طرح کے ذاتی اغراض اور لوٹ و لاچ سے پاک تھے۔ ان کے کسی عمل میں ریاء اور کسی بات میں دکھاوانظر نہیں آتا۔ وہ صاف باطن، اخلاص عمل کا پیکر ﴿الحب لله والبغض فی الله﴾ کی مثال اور ﴿ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین﴾ کا نمونہ تھے۔ یہ تذکرہ پڑھ کر دل میں آرزو پیدا ہوئی اور حسرت جاگی کہ کاش ہمیں بھی ان کی صحبت نصیب ہوتی۔ یہ ان کی سیرت کی بڑی سچائی تھی، جس نے ہمارے دل پر اثر کیا لیکن اس کا شعور ہمیں ان کے مصنف کے قلم نے بخشا۔ ان کی صحبت سے فیض کا داعیہ ہمارے قلب میں ان کے مؤلف کے طرز نگارش نے پیدا کیا۔ یہ کسی صاحب قلم کا بڑا اکمال اور اس کے اسلوب تحریر کی غیر معمولی تاثیر ہے۔

ان کے اسلوب تحریر کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ اطراف و جوانب کے مباحث میں گفتگو کرتے ہوئے اور بات میں بات پیدا کرتے ہوئے بہت دور نکل جاتے ہیں، لیکن تحریر کی دل آویزی اور اسلوب کا سحر حلال ہمیں اس طرح اپنی گرفت میں لے لیتا ہے کہ طلسم ہوش ربا کی طرح اس کا ہر اگلا جملہ اتنا حیرت زا اور آنے والا ہر منظر ایسا ہوش ربا ہوتا ہے کہ دل پکار اٹھتا ہے کہ نہ کبھی ایسا سنا، نہ کہیں ایسا دیکھا اور نہ پڑھا۔ ہمیں اس بات کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ مطالعے کے سفر میں ہم اپنے موضوع کے مرکزی نقطے سے روانہ ہو کر کس سمت میں، کتنی دور اور کہاں نکل آئے ہیں، نہ ایک لمحے کے لیے

یہ ایک فاضل وقت مولانا محمد اسحق بھٹی کے قلم سے لکھا ہوا صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی حیات مستعار کا تذکرہ ہے لیکن اس میں ان کے جن خصائص ایمانی، ان کے اخلاص وللہیت، محاسن سیرت، جن خدمات دینی و ملی اور ایثار فی سبیل اللہ کا ذکر ہے ان کے لیے چوں کہ قدرت نے موت نہیں لکھی اس لیے یہی تذکرہ ان کی حیات جاوداں کا موجب بھی بن گیا۔ حضرت صوفی صاحب کا انتقال ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء کو ہوا۔ فروری ۲۰۰۶ء میں یہ تذکرہ شائع ہوا تو ممکن ہے کہ تیس سال کے عرصے میں ان کا جسم خاکی مٹی بن گیا ہوگا، لیکن یہ تذکرہ پڑھ کر معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے سر کی آنکھوں سے ان کی اخروی زندگی کا نظارہ نہیں کر سکتے لیکن ایمان اور عقیدے کی روشنی میں اپنی چشم بصیرت سے یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کاملہ کے صلے میں اپنے بے پایاں انعامات اور نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں کی حسن معیت کے شرف اور رفاقت کے لباس فاخرہ سے نوازا ہے اور ان کی زندگی بڑے عیش و مسرت سے گزرتی ہے۔ ہمارے اعتقاد پر قرآن کریم (۶۹:۴) سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

کسی کتاب کی خوبی اس کی نگارش کے حسن اور دل آویزی میں ہوتی ہے۔ ایک خوب صورت تحریر مطالعے کو دل چسپ اور موضوع کو جاذب نظر بناتی ہے، اور اس کی تاثیر میں اضافہ کر دیتی ہے، اگر کسی اچھے اور مفید موضوع کی حامل کتاب کو پڑھ کر عمل کی تحریک پیدا نہ ہو تو اس کے مفید ہونے کا کیا فائدہ؟

”صوفی محمد عبداللہ“ کے مؤلف کے حسن نگارش کی ایک بڑی خوبی اس کے مطالعے کی تاثیر میں ہے، اس کے مطالعے سے ایک خشک مذہبی زندگی کا تصور پیدا نہیں ہوتا بلکہ سیرت کے محاسن، جذبات صادقہ سے معمور بلند عزائم اور ذوق عمل سے آشنا زندگی

مطالعے کی دل آویزی کم ہوتی ہے، نہ اسلوبِ تحریر کے سحرِ حلال سے ہم چھوٹتے ہیں، نہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے اور نہ شوقِ مطالعہ میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے۔

ایک نہایت عمدہ چیز اس کتاب میں انڈکس کا اضافہ ہے، جس سے کتاب کے مطالب تک رسائی میں بہت سہولت ہوگئی ہے۔ اس سے ہم ایک منٹ سے کم وقت میں یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کسی شخص، کسی رسالہ و کتاب، کسی ادارے اور کسی شہر اور قصبہ و قریہ کا حوالہ یا ذکر کتاب میں کہاں اور کس انداز و پس نظر میں آیا ہے۔ اس سے ہم فوراً جان لیتے ہیں کہ فاضل مؤلف کا رویہ کس کے بارے میں کیا ہے؟

مولانا محمد اسحاق بھٹی کی کتابیں تراجم و تذکار کے ایک معیار، تالیف و تدوین کے شان دار نمونے، ترتیب مطالب و تزئین مباحث کے خاص انداز، اسلوبِ تحریر و نگارش کی دل آویزی اور اپنے اندر قریب و بعید کے اطراف و متعلقات کو سمیٹ لینے کی طرفہ مثال ہیں۔ کتاب کے باطنی محاسن سے آگے کتاب کے ظاہری محاسن اور پیش کش کی جلوہ سامانیاں شروع ہوتی ہیں، جن کا ظہور کاغذ کے انتخاب، مشینی کتابت کے حسن، بے داغ طباعت، خوب صورت

پختہ جلد اور ٹائٹل کی کمپوزنگ میں رنگوں کے امتزاج اور تحریرات کے حسن کے پس منظر و پیش منظر میں مسلم تہذیب و طرزِ تعمیر اور علم، جہاد اور احسان و تصوف کی علامات میں ہوا ہے۔ اس پر تبصرے کے لیے فن کا ذوق ہے، نہ محسوسات کو بیان کرنے کی قابلیت ہے، صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ کتاب کے مضامین نے قلب کو ایک لذت سے آشنا کیا اور حسنِ پیش کش کے نظارے نے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے ادارہ ثقافت اسلامیہ (لاہور) سے سبک دوشی کے بعد تصنیف و تالیف کی جو زندگی گزاری ہے، وہ علم و دین کی خدمت کے ساتھ ادب، سوانح اور تاریخ کا بھی بڑا کارنامہ ہے۔ اور ان کی اشاعت میں حصہ لینا ایک نہایت صاف و شائستہ اور مفید عمل کے ساتھ دینی اور اسلامی اخلاق و تہذیب کے فروغ کی بہت بڑی خدمت اور لائق ہزار تحسین کا رگزاری ہے۔

کتاب کا مطالعہ جہاں تاریخ کی انتہائی اہم شخصیات سے تعارف کا ذریعہ ہوگا وہاں تزکیہ و تصفیہٴ قلوب کی راہوں کی نشان دہی کا باعث بھی ہوگا۔ ان شاء اللہ

ضخامت: ۴۴۶ صفحات

ناشر: شاکرین، لاہور

قیمت: ۲۷۰ روپے

ملنے کا پتا: دارالکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

فون: 042-7237184

الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ [ادارہ]

توحید و سنت کا نفرنس

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث غازی منارہ ضلع شیخوپورہ میں ۱۶ مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء توحید و سنت کانفرنس زیر صدارت جناب چوہدری محمد رفیق گجر صاحب غازی منارہ منعقد ہوگی۔ مولانا محمد شریف الہ آبادی، مولانا عبدالعزیز راشد، مولانا سیف اللہ خالد، قاری محمد خالد مجاہد، محمد یوسف پسوری و دیگر علمائے کرام خطاب کریں گے۔
[الداعی الی الخیر مولانا محمد سعید صاحب خطیب مسجد ہذا]

شعبہ تجوید و قراءت میں داخلہ

جامعہ اسلامیہ سلفیہ جامع مسجد مکرم اہل حدیث ماڈل ٹاؤن گوجراں والا میں شعبہ تجوید کی کلاس جاری ہے۔ مولانا قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شائقین علم تجوید و قراءت اور کچی منزل والے حفاظ کے لیے سنہری موقع ہے۔ قیام و طعام کا انتظام اور داخلہ فری ہے۔ سرپرست کا آنا ضروری ہے۔
[قاری سیف الرحمن بٹ، مدرس صفہ اکیڈمی گوجراں والا]

ماہانہ تعلیمی وظائف

جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجراں والا میں گزشتہ دنوں تعلیمی وظائف کے لیے امتحان ہوا۔ کامیاب طلباء میں بخاری شریف میں اوّل پوزیشن والے طالب علم محمد ریاض کو ایک ہزار روپیہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ ۲۴ نمبر تک کے طلباء کو ۵۰۰ روپے فی طالب علم تقسیم کیے گئے۔ چھٹی کلاس کے طالب علم حماد الرحمن کو اوّل آنے پر ۷۰۰ روپے باقی چھ پوزیشن لینے والوں کو تک ۳۰۰ روپے اسی طرح دیگر کلاسوں میں بھی نقد انعامات تقسیم کیے گئے۔

[حافظ محمد رفیق وڑائچ لکھنوی، جامعہ ہذا]

دعائے مغفرت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب ماڈل ٹاؤن (مہتمم جامعہ محمدیہ گوجراں والا) کے بڑے بھائی گزشتہ دنوں وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم صالح و متقی آدمی تھے۔ خود داری کا یہ عالم تھا کہ عرصہ سے اہلیہ کی وفات کے باوجود کسی گھر سے کبھی کچھ نہیں کھایا نہ منگوایا اور نہ ہی کسی کے بھیجنے پر استعمال ہی کیا۔ بڑے شب زندہ دار تھے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست ہے۔

[قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری، جامع مسجد مکرم]

خطیب و امام کے ضرورت مند

احباب جماعت متوجہ ہوں، ہمارے پاس بہترین نوجوان عالم، حافظ، قاری اور ایک خطیب صاحب موجود ہیں۔ لاہور یا مضامات میں کہیں ضرورت ہو تو رابطہ کریں۔
[ابوبکر صدیق السنفی، جامع مسجد نجم اہل حدیث، احاطہ تھانیدار لاہور۔
فون: 7280129]

اجتماع برائے خواتین

۷ مارچ ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ ۹ بجے صبح تا ۴ بجے شام مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات نادر آباد نمبر ۲، بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں دینی، تبلیغی و اصلاحی اجتماعی برائے خواتین منعقد ہو رہا ہے۔ معروف مبلغات خطاب کریں گی۔
[حافظ ام احسان مدیرہ مدرسہ ہذا]

ضرورتِ رشتہ

لڑکی عمر ۲۱ سال، تعلیم بی۔ اے، مسلک اہل حدیث پر کاربند کے لیے برسر روزگار اہل حدیث لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ مذہبی گھرانہ ضروری ہے، ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

[رابطہ نمبر: 0321-4157805]